جلد ۵ دسمبر ۱۹۶۴ء شمارہ ۱۲

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ ۶ روپے فی پرچہ ۶۰ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ **انصار اللہ** ربوہ

دسمبر ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ: چھ روپے فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم - مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد | ماہنامہ انصاراللہ ربوہ | شمارہ ۱۲

۱۵ دسمبر ۱۹۶۴ء

دعوئ ایمان واطاعت کے امتحان کا وقت

آؤ اور والہانہ لبیک کہہ کر اپنے مومن ہونے کا ثبوت دو

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مامور من اللہ پر ایمان لانے والوں کے دو علیحدہ علیحدہ گروہوں کا ذکر فرمایا ہے ایک تو وہ کثیر التعداد سچے اور حقیقی مومن جو خدا اور رسول کی آواز پر کمال درجہ بے نفسی سے محض لوجہ اللہ لبیک کہتے اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ اُن کے ہر حکم کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ ایسے مومنینِ حقہ کا امتیازی نشان یہ ہوتا ہے کہ جونہی ان کے کان میں خدا اور رسول کی آواز پڑتی ہے تو وہ بے اختیار سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا پکار اٹھتے ہیں اور پھر اس کا عملی ثبوت بہم پہنچانے میں ایک لمحہ بھی توقف نہیں کرتے۔ دوسرے وہ قلیل التعداد مومن جو زبان سے ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک نہیں کہتے اور اگر لبیک کہتے بھی ہیں تو ان کا لبیک کہنا اور اطاعت بجالانا فی الاصل خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے۔

اول الذکر لوگ جنہیں حقیقی ایمان حاصل ہوتا ہے ہمیشہ گوش برآواز رہتے ہیں۔ آواز آنے کی دیر ہوتی ہے کہ وہ لبیک! لبیک! کہہ کر فوراً آ حاضر ہوتے ہیں اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اُسے وہ ذاتی منفعت اور مضرت سے بے نیاز ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر پورے انشراح کے ساتھ بجالاتے ہیں۔ وہ بصیرت اور ایقان واذعان کی رو سے جانتے ہیں کہ بہر حال کامیابی

فرستادۂ حق کی آواز پر لبیک کہنے میں ہی مضمر ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم اس کی آواز پر لبیک کہیں اور پھر ناکام و نامراد رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی اصلی اور حقیقی مومن ہیں اور ہمارے انعامات کے وارث ہیں۔ برخلاف اس کے مؤخر الذکر لوگ زبان سے تو یہی کہتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں لیکن وہ ہر حکم پر پہلے یہ سوچتے ہیں کہ آیا اس کے نتیجہ میں انہیں کوئی ذاتی فائدہ حاصل ہوگا یا نہیں۔ اگر انہیں ذاتی منفعت کی توقع ہوتی ہے تو وہ لبیک کہہ گزرتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں بظاہر کسی فائدہ کی توقع نہ ہو تو وہ اس حکم کو اپنے نفس پر بوجھ خیال کر کے پہلو بچا جاتے اور سنی اَن سنی کر دیتے ہیں۔ ایمان کے ایسے نام نہاد دعویداروں کو اللہ تعالیٰ سرے سے مومن ہی نہیں گردانتا۔ انہیں وہ ایمان اور اطاعت گزاری کے دعوے کے باوجود ایک لحاظ سے مرتدین (یعنی عہد سے پھر جانے والوں) میں ہی شمار کرتا ہے۔

ان دونوں گروہوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں بڑی تفصیل سے کیا ہے چنانچہ پہلے اطاعت کو مشروط کرنے والے نام کے مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ
وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّنْ
بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَا أُولٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝
وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم
مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ
يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۝ أَفِي قُلُوبِهِم
مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ
أَن يَحِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ
بَلْ أُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝
(النور آیات ۴۸ تا ۵۲)

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کا وعدہ کر لیا۔ پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ (اپنے اقرار سے) پھر جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں۔ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لئے بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں ایک گروہ اعراض کرنے لگ جاتا ہے لیکن اگر کوئی بات ان کے حق میں ہو تو وہ فوراً اظہار اطاعت کرتے ہوئے آجاتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ خود ظالم ہیں۔

ظاہر ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے وعدہ سے پھر جانے والوں کے بارہ میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ ایمان کے باوجود مومن نہیں ہیں اور اس لئے نہیں ہیں کہ جب اللہ کا رسول

انہیں اپنی طرف بلاتا ہے تا کہ وہ اس کا کہا مانیں تو وہ جان بچانے لگ جاتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ سرے سے اس کی آواز پر لبیک ہی نہ کہیں۔ البتہ ایسی صورت میں جبکہ خدا کا رسول انہیں ایک ایسے امر کے متعلق بلائے جو ان کے حق میں جاتا ہو یعنی یہ کہ انہیں ذاتی نفع پہنچے کی امید ہو تو وہ اطاعت کے دعوے کرتے ہوئے فوراً آموجود ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی صورت نہ ہو تو وہ خدا کے رسول کی آواز پر کان انہیں دھرتے اور صاف پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا گمان یہ ہوتا ہے کہ رسول انہیں بعض احکام دے کر ان کی جانوں پر ظلم کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ روگردانی کر کے اپنی جانوں پر خود ظلم کر رہے ہوتے ہیں ؛

ایسے نام کے مومنوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے حقیقی مومنوں کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ ذاتی نفع و نقصان سے بالا ہو کر فوراً لبیک کہتے اور آموجود ہوتے ہیں اور پھر انہیں جو حکم بھی ملتا ہے بلا چون و چرا وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں چنانچہ فرماتا ہے :-

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○

(النور آیات ۵۲، ۵۳)

جب مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان کا جواب یہ ہوا کرتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا۔ اور ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوا کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کا تقویٰ اختیار کریں وہی اپنی مراد کو پہونچتے اور فائز المرام ہوتے ہیں۔

خدا اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک نہ کہہ کر اطاعت سے گریز کرنے والے اور ان کی آواز پر بلا توقف لبیک کہہ کر اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرنے والے دونوں گروہوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے اسی سورۃ کے آخر میں مسلمانوں کو زبردست انتباہ فرمایا ہے کہ وہ خدا اور اس کی آواز پر لبیک نہ کہنے کو معمولی بات خیال نہ کریں بلکہ یہ وہ امر ہے کہ جو انہیں کسی فتنہ میں مبتلا کر کے مستحق عذاب بنا سکتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

(اے مومنو!) یہ نہ سمجھو کہ رسول کا تم میں سے کسی کو بلانا ایسا ہی ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کا بعض کو

اَلَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا ج فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (النور آیت ۶۴)

بلاا۔ اللہ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے پہلو بچا کر بھاگ جاتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس سے ڈریں کہ اُن کو خدا کی طرف سے کوئی آفت نہ پہنچ جائے۔ یا ان کو دردناک عذاب نہ پہنچے

سو ظاہر ہے کہ ایمان کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالےٰ کا مامور اپنے متبعین کو بلائے تو وہ سب کام کاج چھوڑ کر فوراً لبیک کہتے ہوئے اُس کے پاس پہنچ جائیں۔ اس کی آواز پر لبیک نہ کہنا اور عمداً اعراض کے بہانے تلاش کرنا ایسی خطرناک لغزش ہے کہ جو ایمان لے آنے کے باوجود ایسے نام کے مومنوں کو مستحق عذاب بنا سکتی ہے۔ اِس لحاظ سے مامورمن اللہ کی پکار مومنوں کے لئے ایک آزمائش کا درجہ رکھتی ہے۔ انہیں اُس وقت اپنے عمل سے یہ ثابت کر دکھانا ہوتا ہے کہ وہ نام کے مومن نہیں بلکہ حقیقی مومن ہیں اور یہ کہ وہ والہانہ طور پر لبیک کہے بغیر رہ ہی نہیں سکتے ؂

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالےٰ سے اِذن پاکر ہمارے لئے ایسی ہی ایک آزمائش رکھی ہے اور ہمیں مرکز میں آ جمع ہونے کے لئے پکارا ہے آپ کی یہ پکار کوئی وقتی پکار نہیں بلکہ دائمی پکار ہے۔ اس پر لبیک کہنا اور تامرگ کہتے چلے جانا ہمارا اولین فرض ہے۔ اگر ہم آپ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہیں تو گویا ہم اپنے حقیقی مومن ہونے کا ثبوت دیتے ہیں اور اگر خدانخواستہ ہم دنیوی مصروفیتوں اور کاروبار کو بہانہ بنا کر لبیک کہنے سے گریز کی راہیں تلاش کرتے ہیں تو پھر ہم زبان سے لاکھ مومن ہونے کا دعوےٰ کریں ہم عند اللہ مومن شمار نہیں ہو سکتے اور اُن کامیابیوں اور انعامات کے وارث نہیں بن سکتے جن کا حقیقی مومنوں سے خدا نے وعدہ فرمایا ہے ــــ آپ کی وہ دائمی پکار کیا ہے؟ وہ ہے جلسۂ سالانہ میں سال بہ سال شمولیت اختیار کرنے کی (پُرزور ترغیب وتحریص اور تاکیدی تلقین پر مشتمل) وہ ندا جو آپ نے خدائی منشا اور اِذن کے ماتحت آج سے ۷۳ سال قبل بلند کی اور سال بہ سال جس پر لبیک کہتے چلے جانے کو اپنے تمام حقیقی متبعین کے لئے لازمی قرار دیا۔ وہ دائمی ندا یا پکار حضور علیہ السلام کے الفاظ میں یہ ہے :-

(۱) "آج کے دن جو ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ دسمبر کی تاریخ آجائے تو

حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر (مرکز میں) آجانا چاہئے۔" (آسمانی فیصلہ)

(۲) "ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنے ادنے حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

(۳) "کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجائیگا۔ گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔" (آسمانی فیصلہ)

(۴) "اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں۔ جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

(اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

حضور علیہ السلام کی اس پکار کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے کہ یہ وقتی نہیں دائمی پکار ہے۔ حضور کے تمام متبعین کا اس پکار پر سال کے سال لبیک کہہ کر اپنے حقیقی مومن ہونے کا ثبوت دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی احمدی صحت و فرصت اور عدم موانع قویہ کے باوجود اس ندا پر لبیک کہہ کر مرکز میں آحاضر نہیں ہوتا اور اس جلسہ میں شمولیت سے احتراز کرتا ہے تو وہ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا کے زبانی دعوے کے باوجود اپنے آپ کو عِنْدَ اللّٰہِ وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ اور وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ کا مصداق بناتا ہے۔ اس کے لئے خوف کا مقام ہے کیونکہ ایسے ہی معدودے چند نام کے مومنوں کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ ایسے لوگ خواہ وہ کتنے ہی معدودے چند کیوں نہ ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خواب میں دکھائے گئے تھے۔ وہ ایک مختصر سا خواب

ہے۔ لیکن اسے پڑھ کر بدن پر لرزہ طاری ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ حضور علیہ السلام اس خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میں نے دیکھا کہ اپنی جماعت کے چند آدمی کشتی کر رہے ہیں۔ میں نے کہا آؤ میں تم کو ایک خواب سناؤں مگر وہ نہ آئے۔ میں نے کہا کیوں نہیں سنتے؟ جو شخص خدا کی باتیں نہیں سنتا وہ دوزخی ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم ص ۱۲۵)

اِس خواب کے تعلق میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اِس میں حضور کو غیر لوگ نہیں بلکہ خود اپنی جماعت کے چند لوگ دکھائے گئے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان و اطاعت کے دعوے کے باوجود آپ کی آواز پر کان نہیں دھرتے۔ اِس خواب کو مدنظر رکھتے ہوئے عدم موانع قویہ کے باوجود جلسہ سالانہ پر نہ آنے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ جلسہ سالانہ پر آنے والے اُن احباب کے لئے بھی کچھ کم خوف کا مقام نہیں جو جلسہ میں بیٹھ کر خدا اور رسول کی باتیں سننے کی بجائے بازاروں میں گھوم پھر کر یا ہوٹلوں میں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ اپنی اِس غفلت کے نتیجہ میں قرآن مجید میں مذکور اللہ تعالےٰ کے واضح ارشاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا خواب کی رو سے اپنے آپ کو کس خوفناک وعید کا مصداق بنا رہے ہیں۔ ایسے لوگ یقیناً خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی روشنی میں مامور من اللہ کی آواز پر لبیک کہنے کی اہمیت واضح کرنے کے بعد ہم حصولِ ثواب کی خاطر احباب جماعت کو یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُس دائمی پکار پر جس کا سطور بالا میں ہم ذکر کر آئے ہیں لبیک کہنے اور اپنے دعوائے ایمان کو سچا کر دکھانے کا وقت اب پھر قریب آ پہنچا ہے۔ کیونکہ ہمارے الٰہی جلسہ سالانہ کے شروع ہونے میں اب بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ ہفتہ عشرہ کی بات ہے کہ یہ بابرکت جلسہ شروع ہو کر شمع احمدیت کے اُن ہزاروں ہزار پروانوں کو جو دیوانہ وار اپنے مرکز میں پہنچ کر اس میں شمولیت کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ ور ہوں گے اِس قابل بنا دے گا کہ دنیا کی حرص ٹھنڈی ہو کر اپنے مولےٰ کریم اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آ جائے۔ اور ایسی غالب آ جائے کہ ان میں سے ہر ایک کو بالکل نیا انسان بنا دے اور وہ ذوق و شوق اور ولولہ عشق سے سرشار ہو کر دین کی راہ میں عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہو جائے۔

سو اے آخَرِینَ مِنْھُمْ کے مقدس گروہ میں شمولیت کے فخر سے بہرہ یاب ہونے والو! آؤ

خدا کا مسیح تمہیں بلا رہا ہے اور بلا بھی رہا ہے تمہیں ایک نئی حیات سے ہمکنار کرنے کی خاطر۔ آؤ اور دیوانہ وار آؤ۔ دل کی گہرائیوں سے والہانہ لبیک کہتے ہوئے بے اختیار اپنے مرکز کی طرف کھنچے چلے آؤ۔ یاد رکھو اور اسے کبھی نہ بھولو کہ یہ تمہارے امتحان کا وقت ہے۔ تمہیں اپنے عمل سے ثابت کر دکھانا ہے کہ تم اپنے دعویٰ ایمان و اطاعت میں سچے ہو اور عند اللہ حقیقی مومن کہلانے کے مستحق ہو۔ آج روئے زمین پر تمہیں وہ پاکباز مقدس گروہ ہو سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا جن کا شیوہ اور طرۂ امتیاز ہے۔ اپنے اس امتیاز کو برقرار رکھتے ہوئے آؤ اور جذبۂ بے اختیار کے ماتحت اس شان سے آؤ کہ جس شان سے پروانے شمع پر گرتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جا کر اس پر نثار ہوتے ہیں۔ اپنی دیوانگی اور شیفتگی کے اس مظاہرہ سے دنیا پر ثابت کر دکھاؤ کہ تم ابراہیم ثانی کے سدھائے ہوئے پرندے ہو اور اس طرح ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا کا پرکیف نظارہ دنیا کو ایک دفعہ پھر دکھا دو۔ تا دنیا یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہو جائے اور حیرانی کے عالم میں یہ باور کئے بغیر نہ رہے کہ مسیح محمدی نے احیاءِ موتیٰ کا جو معجزہ دکھایا فی الواقعہ وہ اپنی ذات میں ایک دائمی معجزہ ہے۔ اس کے انفاسِ قدسیہ سے جو مردے زندہ ہوئے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ اب تک زندہ ہیں بلکہ ہمیشہ ہی زندہ رہیں گے اور موت انہیں اپنی آغوش میں کبھی نہ لے سکے گی۔

حیاتِ ابدی کی بشارت سے شاد کام ہونے والے خوش نصیبو یقین جانو کیونکہ اس میں ذرا کلام نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق آسمان پر وہ قومیں تیار کر رہا ہے جو تمہاری تقلید میں مسیح محمدی کی اس آواز پر لبیک کہتی ہوئی دیوانہ وار آئیں گی۔ دنیا کے دور دراز گوشوں سے آئیں گی اور اس کثرت سے آئیں گی کہ رسل و رسائل کے وسیع سے وسیع انتظامات بھی ناکافی ثابت ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ راستوں میں گڑھے پڑ پڑ جائیں گے۔ اور يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ کا خدائی وعدہ ہر سال پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ پورا ہوتا چلا جائے گا۔ وہ قومیں تم پر رشک ہی نہیں بلکہ فخر کریں گی کہ تم نے ان سے پہلے لبیک کہہ کر السابقون الاولون کا رفیع الشان مقام حاصل کیا اور اس طرح رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کے مصداق ٹھہرے۔ ذرا سی قربانی سے تم عظیم الشان انعام کے وارث بن سکتے ہو۔ ایسا انعام جس کی یاد جلسہ سالانہ کی بدولت سال بہ سال تازہ ہوتی چلی جائے گی۔ اور اقوامِ عالم کی آنے والی نسلیں تم پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کر کے تمہارے تذکرۂ جمیل کو درخشاں سے درخشاں تر کرتی چلی جائیں گی۔ اپنے کسی بھائی کو اس کی ذرا سی غفلت سے اجرِ عظیم سے محروم نہ ہونے دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اس وقت کی غفلت اس کو اجرِ عظیم ہی سے محروم نہ کرے۔ بلکہ عذابِ الیم کا کا بھی مستحق بنا دے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ۔ پس خود بھی آؤ اور اپنے بھائیوں کو تحریک کر کے انہیں بھی اپنے

ہمراہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں لانے کی کوشش کرو اور پھر جلسہ میں پورے ذوق و شوق اور عزم و تعہد سے خدا اور رسول کی باتیں سنو اور دعاؤں اور ذکر الٰہی میں اپنے اوقات کو گزار کر وہ کچھ پاؤ جو پہلوں نے پایا یعنی خوشنودئ باری تعالیٰ اور رضائے الٰہی کا انمول سرمایہ۔

یہ کوئی معمولی انسانی جلسہ نہیں بلکہ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ تم اس الٰہی جلسۂ سالانہ میں شمولیت کی نیت سے خدا کی راہ میں سفر کا عزم کرتے ہوئے قدم اٹھاؤ اور اُن عظیم الشان دعاؤں کے وارث بنو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے حق میں پہلے سے مانگ گئے ہیں اور جو عند اللہ یقیناً شرفِ قبول سے نوازی گئی ہیں حضور علیہ السلام کے قلبِ مطہر سے اٹھی اور لبہائے مبارک سے نکلی ہوئی وہ عظیم الشان دعائیں یہ ہیں:-

"ہر یک صاحب جو اس للّہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دُور فرما دے اور اُن کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور ان کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں　　اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا! اے ذوالمجد و العطاء! اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت و طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

خوش نصیب ہے وہ انسان جو مسیحِ پاک علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہہ کر اس جلسۂ سالانہ میں جس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے شرکت کی غیر معمولی سعادت سے بہرہ یاب ہو اور دردوسوز میں ڈوبی ہوئی اِن دعاؤں کا وارث بنے اور بدنصیب ہے وہ غفلت شعار جو ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ کرتے ہوئے اِن دعاؤں کا مصداق بننے سے لاپرواہی اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جملہ احباب کو (بجز اِس کے کہ ان میں سے کسی کو عدمِ صحت و فرصت یا دیگر موانع تو پیش آجائیں) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دائمی پکار پر لبیک

کہتے ہوئے دعویٰ ایمان و اطاعت کے اس خدائی امتحان میں پورا اترنے اور اس طرح عند اللہ حقیقی مومن ثابت ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور خدا نہ کرے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی حضور علیہ السلام کو خواب میں دکھائے گئے ان معدودے چند لوگوں میں شامل ہو جو باہم کشتی کرنے والے اور حضور علیہ السلام کی آواز پر کان نہ دھر کر دوزخی ہونیکی وعید سننے والے تھے اور جنہیں خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں بھی ان کے دعویٰ ایمان کے باوجود مومن تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ انہیں روحانی مریض یا شکوک و شبہات کی دلدل میں رینگنے والوں اور اپنی جانوں پر خود ظلم کرنے والوں میں شمار فرمایا ہے۔ سارے ہی بتوفیق و تائید الٰہی سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہہ کر اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ کے خوش نصیب زمرہ میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوں اور اس شان سے بہرہ یاب ہوں .... کہ جلسہ سالانہ کے بابرکت ایام میں ربوہ کی مقدس سرزمین ان سے اس طرح معمور نظر آئے جس طرح سمندر پانیوں سے لبریز اور آسمان ستاروں سے بھرپور ہیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر کیونکہ یہ تیری تقدیر اور وعدوں کے عین مطابق ہے۔

آمین اللّٰھم آمین

آسمانی بشارت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا، نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ اُن میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے، اور خدا تعالیٰ اس اُمتِ وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا، وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی، وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے"۔

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

جلسہ سالانہ کے عظیم الشان اغراض و مقاصد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلۂ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اُٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کیلئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویّہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔ سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر تک قرار پائے یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ر دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربّانی باتوں کے سُننے کے لئے اور دُعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے اور اس جلسے میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دُعائیں اور خاص توجّہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔ اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر ایک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے مُنہ دیکھ لیں گے اور روشناس ہو کر آپس میں رشتۂ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا اس جلسے میں اس کے لئے دُعائے مغفرت کی جائیگی اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی خشکی اور اجنبیّت اور نفاق کو درمیان سے اُٹھا دینے کیلئے بدرگاہ حضرت عزّت جلّشانہ کوشش کی جائے گی۔ اور اس روحانی جلسے میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔" (اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سخت بد نصیب ہے وہ شخص جو صادقوں کی صحبت سے دور رہتا ہے

صادقوں اور راستبازوں کے پاس بیٹھنے والا بھی انہیں میں شریک ہوتا ہے

صادق بننا چاہتے ہو تو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے پاک حکم پر عمل کرو

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب و ملفوظات میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے قرآنی حکم پر عمل کرنے کی بار بار تلقین فرمائی ہے اور اس لئے فرمائی ہے کہ تزکیۂ نفس اور تطہیرِ قلب کے لئے صادقوں اور راستبازوں کی صحبت اختیار کرنا از حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اپنے احباب کو بڑی کثرت کے ساتھ یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ بار بار مرکز میں آکر حضور کی صحبت میں رہیں۔ پھر اسی غرض سے حضور نے اذنِ الٰہی کے ماتحت جلسہ سالانہ کی بُنیاد ڈالی۔ ذیل میں حضور کے پُر معارف ملفوظات کا ایک نہایت قیمتی اقتباس ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے جس میں حضور نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے خدائی حکم کی اہمیت کو بڑے ہی دلنشیں انداز میں واضح فرمایا ہے۔

(ادارہ)

"اصلاح نفس کی ایک راہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کونوا مع الصادقین یعنی جو لوگ قولی، فعلی، عملی اور حالی رنگ میں سچائی پر قائم ہیں اُن کے ساتھ رہو۔ اس سے پہلے فرمایا۔ یاایھا الّذین آمنوا اتّقوا اللّٰہ۔ یعنی ایمان والو تقویٰ اللہ اختیار کرو اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے ایمان ہو پھر سُنّت کے طور پر بدی کی جگہ کو چھوڑ دے اور صادقوں کی صحبت میں رہے۔ صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟ اس سے کہنا چاہیئے کہ ہاں تو کرے گا۔ وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا۔ کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہیئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے کونوا مع الصادقین کا حکم دیا ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے۔ خواہ وہ مخالفت ہی کے رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آ جائے گا۔

ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف اسی صحبت کے نہ ہونے کی وجہ سے محروم رہ گئے ۔اگر وہ ہمارے پاس آکر رہتے ، ہماری باتیں سنتے تو ایک وقت آجاتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کر دیتا اور وہ حق کو پا لیتے ۔ لیکن اب چونکہ اس صحبت سے محروم ہیں اور انہوں نے ہماری باتیں سننے کا موقعہ کھو دیا ہے ۔ اسلئے کبھی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ دہریئے ہیں ، شراب پیتے ہیں ، زانی ہیں ۔ اور کبھی یہ اتہام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں ۔ ایسا کیوں کہتے ہیں ؟ صحبت نہیں ۔ اور یہ قہر الٰہی ہے کہ صحبت نہ ہو ۔ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے کا موقع ملا ۔ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں ۔ تو ان میں سے صدہا مسلمان ہو گئے ۔ جب تک انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ سنی تھیں اُن میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جو آپ کے حسن و جمال پر اُن کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی ۔ اور جیسا دوسرے لوگ کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہہ دیتے تھے ۔ وہ اُن فیوض و برکات سے بے نصیب تھے جو آپ لے کر آئے تھے اس لئے کہ دور تھے ۔ لیکن جب وہ حجاب اُٹھ گیا اور پاس آکر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے ۔ اسی طرح پر بہتوں کی بدنصیبی کا اب بھی یہی باعث ہے ۔ جب اُن سے پوچھا جاوے کہ تم نے ان کے دعویٰ اور دلائل کو کہاں تک سمجھا ہے تو بجز چند بہتانوں اور افتراؤں کے کچھ نہیں کہتے ۔ جو بعض مفتری سنا دیتے ہیں ، وہ ان کو سچ مان لیتے ہیں اور خود کوشش نہیں کرتے کہ یہاں آکر خود تحقیق کریں ۔ اور ہماری صحبت میں آکر دیکھیں ۔ اس لئے ان کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اور وہ حق کو نہیں پا سکتے ۔ لیکن اگر وہ تقویٰ سے کام لیتے تو کوئی گناہ نہ تھا کہ وہ آکر ہم سے ملتے جلتے رہتے اور ہماری باتیں سنتے رہتے حالانکہ عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی ملتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں ، ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں ۔ پھر کون سا امر مانع تھا جو ہمارے پاس آنے سے انہوں نے پرہیز کیا ۔

غرض یہ بڑی ہی بدنصیبی ہے اور انسان اس کے سبب محروم ہو جاتا ہے ۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ کونوا مع الصادقین ۔ اس میں بڑا نکتۂ معرفت یہی ہے کہ چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے ۔ اسلئے ایک راست باز کی صحبت میں رہ کر انسان راستبازی سیکھتا ہے اور اس کے پاک انفاس کا اندر ہی اندر اثر ہونے لگتا ہے جو اس کو خدا تعالیٰ پر ایک سچا یقین اور بصیرت عطا کرتا ہے ۔ اس صحبت میں صدق دل سے رہ کر وہ خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھتا ہے جو ایمان کو بڑھانے کے ذریعے ہیں ۔ جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے ۔ لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو اُن میں بدی اثر کرتی ہے ۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے ۔ اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سنکر نہیں اُٹھتا اس کا شمار بھی اُن میں ہی ہوگا ۔ صادقوں اور راست بازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے ۔ اس لئے کس قدر

ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دُنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں لوگ تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی سے ہے کیونکہ انھم قومٌ لا یشقیٰ جلیسھم۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کس قدر فائدے ہیں۔ سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دُور ہے۔

غرض نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں۔ امّارہ والے نفس میں امارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں۔ اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اس پر بھی اطمینان اور سکینت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور اندر ہی اندر اسے تسلی ملنے لگتی ہے۔ مطمئنہ والے کو پہلی نعمت یہ دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے آرام پاتا ہے۔ جیسے فرمایا یاایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ۔ یعنی اے خدا تعالیٰ میں آرام یافتہ نفس اپنے رب کی طرف آجا وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ اس میں ایک باریک نکتۂ معرفت ہے جو یہ کہا کہ خدا تعالیٰ تجھ سے راضی تو خدا سے راضی۔ بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس مرحلہ پر نہیں پہنچتا اور لوامہ کی حالت میں ہوتا ہے اُس وقت تک خدا تعالیٰ سے ایک قسم کی لڑائی رہتی ہے۔ یعنی کبھی کبھی وہ نفس کی تحریک سے نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن جب مطمئنہ کی حالت پر پہنچتا ہے تو اس جنگ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے صلح ہو جاتی ہے۔ اُس وقت وہ خدا سے راضی ہوتا ہے اور خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لڑائی جھگڑا بالکل جاتی رہتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۷ - ۲۵۰)

حیاتِ جاودانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یہاں کا رہنا تو ایک قسم کا آستانۂ ایزدی پر رہنا ہے۔ اس حوضِ کوثر سے وہ آبِ حیات ملتا ہے کہ جس کے پینے سے حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے۔ جس پر ابدالآباد تک موت ہرگز نہیں آسکتی"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۸۵)

عربی منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَیَا طَالِبِیْ رُشْدٍ عَلٰی بَابِیْ احْضُرُوْا

پس اے ہدایت کے طالبو! میرے دروازے پر حاضر ہو جاؤ

وَاِنِّیْ اَنَا الْمَوْعُوْدُ وَالْقَائِمُ الَّذِیْ	بِہٖ تُمْلَأَنَّ الْاَرْضُ عَدْلًا وَّتُثْمِرُ

"اور میں مسیح موعود اور وہ امام قائم ہوں جو زمین کو عدل سے بھریگا اور ویران جنگلوں کو پھلدار کریگا

بِنَفْسِیْ تَجَلَّتْ طَلْعَۃُ اللّٰہِ لِلْوَرٰی	فَیَا طَالِبِیْ رُشْدٍ عَلٰی بَابِیْ احْضُرُوْا

میرے ساتھ خدا کی صورت خلقت پر ظاہر ہوگی۔ پس اے ہدایت کے طالبو میرے دروازے پر حاضر ہو جاؤ

خُذُوْا حَظَّکُمْ مِنِّیْ فَاِنِّیْ اِمَامُکُمْ	اُذَکِّرُکُمْ اَیَّامَکُمْ وَ اُبَشِّرُ

اپنا حصہ مجھ سے لے لو کہ میں تمہارا امام ہوں تمہیں تمہارے دن یاد دلاتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں

وَقَدْ جِئْتُکُمْ یَا قَوْمِ عِنْدَ ضَرُوْرَۃٍ	فَھَلْ مِنْ رَشِیْدٍ عَاقِلٍ یَتَدَبَّرُ

اور اے میری قوم ضرورت کے وقت تمہارے پاس آیا ہوں پس کیا کوئی تم میں رشید اور عقلمند ہے جو اس بات کو سوچے

وَمَا الْبِرُّ اِلَّا تَرْکُ بُخْلٍ مِّنَ التُّقٰی	وَمَا الْبُخْلُ اِلَّا رَدُّ مَنْ یَّتَبَقَّرُ

اور نیکی بجز اس کے کوئی چیز نہیں کہ تقویٰ کی راہ سے بخل کو دور کر دیا جاوے اور بخل بجز اسکے کچھ نہیں کہ جسکا علم وسیع اور کامل ہے اور پاسے بہتر ہے اس کو جو قبول نہ کرتا تھا،

وَقَالُوْا اِلَی الْمَوْعُوْدِ لَیْسَ بِحَاجَۃٍ	فَاِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ یَھْدِیْ وَ یُخْبِرُ

اور انہوں نے کہا کہ مسیح موعود کی طرف کچھ حاجت نہیں کیونکہ اللہ کی کتاب ہدایت دیتی اور خبر دیتی ہے

وَمَا ھِیَ اِلَّا بِالْغَیُوْرِ دُعَابَۃٌ	فَیَا عَجَبًا مِّنْ فِطْرَۃٍ تَتَھَوَّرُ"

اور یہ تو خدائے غیور کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا ہے پس ایسے بیباک فطرتوں پر تعجب آتا ہے"

اعجاز احمدی صفحہ ۶۰-۶۱

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وصلِ آں یار اصلِ ہر کامیست

(ہر مقصد کا اصل اُس یار کا وصل ہے)

ہست بر عقل منّتِ الہام
عقل پر الہام کا یہ احسان ہے کہ

کہ ازو پخت ہر تصوّرِ خام
اس کی وجہ سے ہر ناقص تصوّر پختہ ہو گیا

آں گماں بُرد وایں نمود فراز
اُس نے تو گمان کیا اور اس نے کھلم کھلا ظاہر کر دیا

آں نہاں گفت ایں کشود آں راز
اُس نے خفیہ کیا اور اس نے راز کو ظاہر کر دیا

آں فرو ریخت ایں بکف بسپرد
اُس نے گرا دیا اور اس نے ہاتھ میں دیا

آں طمع داد وایں بجا آورد
اُس نے صرف لالچ دیا اور اس نے پُورا کر دیا

آنکہ بشکست ہر بُتِ دلِ ما
وہ چیز جس نے ہمارے دل کے ہر بُت کو توڑ دیا

ہست وحئ خدائے بے ہمتا
وہ خدائے لاثانی کی وحی ہی تو ہے!

آنکہ مارا رُخِ نگار نمود!
وہ جس نے ہمیں معشوق کا چہرہ دکھا دیا

ہست الہامِ آں خدائے ودود
وہ خدائے مہربان کا الہام ہی تو ہے

آنکہ داد از یقینِ دل جامے
وہ جس نے دلی یقین کا جام ہمیں دیا

ہست گفتارِ آں دلا رامے
وہ اس محبوب کی گفتار ہی تو ہے

وصلِ دلدار و مستی از جامش
دلبر کا وصل اور اس کے جامِ شراب کا نشہ

ہمہ حاصل شُدہ ز الہامش
سب اس کے الہام سے حاصل ہوئے

وصلِ آں یار اصلِ ہر کامیست
ہر مقصد کا اصل اُس یار کا وصل ہے

وانکہ زیں اصل غافل آں خامیست
اور جو اس اصل سے غافل ہے وہ کچا ہے.

(براہین احمدیہ حصہ [illegible])

جلسہ سالانہ کی رُوحانی برکات اور اُن کے حصول کا طریق

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

میں باہر سے آنے والوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ.... جلسہ پر آئیں اور خوب آئیں اور غیر از جماعت دوستوں کو اپنے ساتھ لائیں لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ عرصہ سے جلسہ پر آنے والوں میں یہ میلان پیدا ہو گیا ہے کہ جلسہ کا نام آرام سہولت اور مہمان نوازی رکھ لیا گیا ہے۔ بہت سے لوگ جلسہ سالانہ پر آ کر بھی اس کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ وہ جلسہ دیکھنے آتے ہیں جلسہ سننے نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کو میں کہوں گا کہ وہ یہاں تقاریر نہ سُن کر گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں آ کر تقاریر نہیں سننی تو بہتر ہے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔ اور اسیطرح وہ غیر از جماعت افراد جو ان کے ساتھ آئیں اگر وہ جلسہ کی تقاریر سُننے کیلئے تیار نہیں۔ یا جو انہیں ساتھ لاتے ہیں۔ وہ انہیں جلسہ میں بٹھانے پر قادر نہیں تو میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان کا میلہ کے رنگ میں یہاں آنا انہیں خود بھی گنہگار بناتا ہے اور دوسرے سینکڑوں اور ہزاروں لوگ جو انہیں دیکھتے ہیں وہ بھی ان کی وجہ سے گنہگار بنتے ہیں۔ وہ انہیں دیکھ کر ان کی سی حرکات کرنے لگ جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ اگر محلہ میں ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تو اسے دیکھ کر دو چار اور بچے بھی ایسے نکل آتے ہیں جو نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی بچہ کو ماں کہتی ہے کہ تم نماز پڑھا کرو تو وہ کہتا ہے تم مجھے نماز کے لئے کہتی ہو فلاں شخص بھی نماز نہیں پڑھتا اس لئے اگر میں نے نماز نہ پڑھی تو کیا ہوا۔ پھر جب دو تین بچے سُست ہو جاتے ہیں تو پانچ سات اور ایسے ہو جاتے ہیں جو ان کی نقل میں نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مائیں ڈانٹتی ہیں تو وہ کہتے ہیں ہمارا سارا محلہ نماز نہیں پڑھتا میرا کیا ہے۔ اگرچہ محلہ میں صرف پانچ سات اشخاص ہی ایسے ہوتے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے۔ لیکن وہ کہتے یہی ہیں کہ سارا محلہ نماز نہیں پڑھتا وہ چند آدمیوں کی غفلت کو سارے محلہ کی طرف منسوب کر کے اپنی غفلت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ نماز کی عادت کم ہو جاتی ہے۔ یہی حال رسم و رواج کا ہے۔ آخر جب تک سگرٹ نہیں نکلا تھا۔ لوگ اس کے بغیر گزارہ کرتے تھے۔ لیکن اب جس کو بھی کہا جاتا ہے کہ تم سگرٹ نہ پئیو تو وہ بہانے بناتا ہے۔ لیکن سگرٹ پینا ترک نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ دوسروں کو سگرٹ پیتے دیکھتے ہیں تو انہیں بھی سگرٹ پینے کا شوق آتا ہے۔ اور وہ شوق میں سگرٹ

پلنا شروع کر دیتے ہیں ...... پس عام طور پر لوگ ایک دوسرے کی نقل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص چائے کی دوکان پر بیٹھتا ہے تو دوسرا شخص اسے دیکھ کر وہاں بیٹھ جاتا ہے اور سمجھتا ہے فلاں شخص یہاں بیٹھا ہے۔ میں بھی بیٹھ جاؤں تو کیا حرج ہے پھر دو تین اَور آ جاتے ہیں وہ ان دونوں کو وہاں بیٹھا ہؤا دیکھتے ہیں۔ تو وہ بھی وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر دس بیس اَور آ جاتے ہیں اور پہلے چار پانچ آدمیوں کو وہاں بیٹھے دیکھ کر وہ بھی بیٹھ جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے جلسہ گاہ سے کافی تعداد سامعین کی غائب ہو جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے۔ ایک بادشاہ کے دربار میں صفائی کرنے کے لئے ایک خاکروبہ اور ایک خاکروب آیا کرتا تھا۔ اس خاکروب اور خاکروبہ نے سؤر پال رکھے تھے۔ اتفاقاً سؤر کا ایک بچہ مر گیا۔ پالے ہوئے جانور سے انسان کو محبت ہو جاتی ہے چاہے وہ سؤر ہو یا کوئی اَور جانور۔ ان کے لئے سؤر کا بچہ ایسا ہی تھا جیسے ہمارے گھر کے لئے گھوڑا یا کوئی اَور جانور۔ دربار کی صفائی کرتے ہوئے خاکروبہ کو اس سؤر کے بچے کا خیال آ گیا اور وہ دربار کی ایک دیوار کے ساتھ اپنا سر رکھ کر رونے لگ گئی۔ اتنے میں دربار کا ایک چپڑاسی آیا۔ اس نے خاکروبہ کو روتے ہوئے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ خدانخواستہ اندر کوئی حادثہ ہو گیا ہے مجھے پتہ نہیں لگا اگر کسی نے مجھے دیکھ لیا کہ میں رو نہیں رہا تو مجھ پر بے وفائی کا شبہ کر لیا جائے گا۔ اسلئے وہ بھی رونے لگ گیا۔ پھر ایک اَور چوبدار آیا اس نے کہا یہ دونوں رو رہے ہیں ضرور کوئی واقعہ ہوا ہے مجھے پتہ نہیں لگا اگر کوئی شخص آ گیا اور اس نے دیکھ لیا کہ میں رو نہیں رہا تو وہ خیال کرے گا کہ مجھے نواب صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خیال کر کے وہ بھی مصنوعی طور پر رونے لگ گیا۔ پھر کلرک آئے انہوں نے بھی ان لوگوں کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ پھر چھوٹے افسران آئے درباری آئے اور وزراء آئے تو انہوں نے خیال کیا کہ ہمارا تو کام تھا کہ ہم ہر وقت خبر رکھیں لیکن ہمیں اس حادثہ کا کوئی علم نہیں ہؤا ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ رو رہے ہیں اگر ہم نہ روئے تو ہم پر بے وفائی کا شبہ کر لیا جائے گا۔ یہ خیال کر کے وہ بھی رونے لگ گئے۔ بڑے آدمیوں نے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے آنکھوں پر رومال رکھ کر رونا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک بڑا وزیر آیا وہ کچھ عقلمند تھا وہ رویا نہیں اُس نے پاس والے وزیر سے دریافت کیا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ اس نے کہا مجھے تو علم نہیں میرے پاس والے وزیر رو رہے تھے اسلئے میں بھی رونے لگ گیا۔ اُس نے کہا اس سے پوچھو کیا بات ہے۔ جب اس نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا مجھے تو علم نہیں میرے ساتھ والا وزیر رو رہا تھا۔ آخر بات خاکروبہ پر پہنچی اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ میرا سؤر کا بچہ مر گیا تھا مجھے وہ یاد آ گیا تو میں نے رونا شروع کر دیا۔ اب دیکھو خاکروبہ نے سؤر پالا تھا اس کا بچہ مر گیا اور وہ محبت کی وجہ سے رونے لگ گئی۔ تو اسے دیکھ کر سارا دربار رونے لگ گیا۔ اگر اس وقت بادشاہ دربار میں آ جاتا تو سب کو معطل کر دیتا۔ کہ تم میری بدخواہی چاہتے ہو۔ پس انسان میں نقل کی عادت ہوتی ہے ایک شخص اگر کوئی کام کرتا ہے تو اُسے دیکھ کر دُوسرا بھی وہی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

لیس میں جماعت کو متنبہ کر دیتا ہوں۔ کہ جلسہ سالانہ پر وہ لوگ آئیں جو جلسہ گاہ میں بیٹھ کر تقاریر سنیں۔ اور جو لوگ تقاریر نہیں سن سکتے وہ جلسہ پر ہرگز نہ آئیں، ہرگز نہ آئیں۔ پھر دوست صرف ان غیر از جماعت لوگوں کو ساتھ لائیں جن کو وہ جلسہ گاہ میں تقاریر کے دوران میں بٹھا سکتے ہیں۔ جو غیر از جماعت لوگ یہاں آکر تقاریر نہیں سنتے وہ فساد کی نیت سے یہاں آتے ہیں۔ حصول علم کے لئے نہیں آتے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ میں ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ جو لوگ یہاں آکر بیمار ہو جائیں یا پہلے سے بیمار ہوں۔ لیکن جلسہ پر اخلاص کی وجہ سے آجائیں اور وہ جلسہ گاہ میں سارا وقت نہ بیٹھ سکیں تو وہ بازاروں میں نہ پھریں دوکانوں پر نہ بیٹھیں، بلکہ اپنی بیرکوں یا ان جگہوں میں بیٹھیں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ رمضان میں ہر سال یہ شور پڑتا ہے کہ بازاروں میں کھانے پینے کی دکانیں بند رہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر کھانے پینے کی عام اجازت ہو تو بچوں اور دوسرے لوگوں کی نظر میں روزہ کی کوئی اہمیت نہ رہے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ بیمار بھی جلسہ گاہ میں بیٹھیں۔ انہیں تندرست رکھنا ہمارا کام ہے۔ انہیں اپنی صحت کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ بیشک آرام کریں۔ لیکن انہیں یہ طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ بازاروں میں جائیں اور دکانوں پر بیٹھیں۔ وہ جلسہ گاہ سے بے شک باہر چلے جائیں۔ لیکن اپنی بیرکوں اور بیٹھکوں میں بیٹھیں۔ اگر انہیں کوئی خطرناک بیماری ہے تو الگ بات ہے۔ ورنہ ہمارا ڈاکٹر موجود ہوگا۔ اس کے پاس جاکر علاج کرانا چاہیئے۔ بہرحال انہیں گھروں میں بیٹھنا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے لوگ ان کے بُرے نمونہ سے متاثر نہ ہوں۔

جماعت کے معنے ہی یہ ہیں کہ اس میں ایک نظم پایا جاتا ہو۔ ہمارے ہاں تو ایک شخص بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو تقاریر کے دوران میں جلسہ گاہ میں نہ بیٹھے سوائے پہرہ داروں کے یا ان لوگوں کے جو کھانا پکانے اور کھلانے پر مقرر ہوں۔ میں انہیں بھی کہوں گا کہ وہ اپنے فارغ وقت میں جلسہ گاہ میں بیٹھ کر تقاریر سنیں۔ لیکن اگر وہ ڈیوٹی کے لئے جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو دوسرے لوگوں کو ان کی نقل نہیں کرنی چاہیئے۔ آخر ۳۹-۴۰ ہزار افراد کا کھانا پکانا آسان امر نہیں۔ ۳۹-۴۰ ہزار افراد کے لئے بیسیوں نان پز ہوتے ہیں۔ بیسیوں پیڑے کرنے والے ہوتے ہیں۔ بیسیوں دیگیں پکانے والے باورچی ہوتے ہیں سینکڑوں خدمت گار ہوتے ہیں۔ ۳۹-۴۰ ہزار افراد کی خدمت کرنے والوں کی تعداد پانچ سات سو یا ہزار تک پہنچ جاتی ہے ان لوگوں کو جلسہ گاہ سے اٹھنا پڑتا ہے۔ انہیں اپنی ڈیوٹیوں کے سلسلہ میں اِدھر اُدھر چلنا پھرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ جلسہ گاہ سے باہر نہ جائیں تو باقی لوگ بھی جلسہ نہ سن سکیں۔ لیکن یہ لوگ اسلئے ڈیوٹی پر رہتے ہیں تا باقی لوگ جلسہ سن سکیں۔ اور بچے گم نہ ہوں۔ یہ پہریدار ہی ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے گم شدہ بچے مل جاتے ہیں۔ پچھلے جلسہ پر ایک دوست نے سنایا کہ وہ سڑک پر جا رہا تھا کہ دو عورتیں باتیں کرتی ہوئی پاس سے گزریں۔ ایک نے اپنے پاس والی عورت سے کہا تم اپنے بچہ کی پوری حفاظت نہیں کرتیں ایسا نہ

ہو کہ وہ گم ہو جائے۔ اُس نے کہا تم پہلے سال یہاں آئی ہو۔ میں کئی سال سے یہاں آ رہی ہوں۔ یہاں کوئی بچہ گم نہیں ہوتا۔ جو گم ہوتا ہے لوگ پکڑ کر دے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے پہریدار ہوشیاری سے کام کرتے ہیں بلکہ یہاں تو بعض دفعہ دو دو دن کے بعد بھی بچے مل جاتے ہیں کیونکہ میں نے پہریداروں کو یہ ہدایت دی ہوئی ہے کہ اگر تم کسی کو بچہ اٹھائے لے جاتے دیکھو اور بچہ گھبرایا ہوا ہو یا وہ رو رہا ہو تو تم اسے روک لو اور اس وقت تک اُسے جانے نہ دو جب تک وہ اپنے آپ کو اس بچے کا باپ ثابت نہ کر دے۔ اگر کوئی شخص بچہ اٹھائے ہوئے لے جا رہا ہو تو اگر وہ شرارت سے ایسا کر رہا ہے تو بچے کی شکل سے ہی معلوم ہو جائے گا کہ اٹھا کر لے جانے والے کا بچہ سے کوئی رشتہ نہیں۔ لازماً بچہ گھبرایا ہوا ہوگا۔ بے شک بعض دفعہ مٹھائی وغیرہ دے کر بھی بچوں کو چپ کرا لیا جاتا ہے۔ لیکن بچے گھبرائے ہوئے ضرور ہوتے ہیں اور ان کے چہروں سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ شخص انہیں جبراً اُٹھا کر لے جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے یہ مستقل ہدایت دی ہوئی ہے کہ جب بھی ایسا بچہ دیکھو اس شخص کو دفتر میں لے جاؤ اور جب تک وہ اپنے آپ کو اس بچہ کا باپ نہ ثابت کر دے اسے نہ چھوڑو یہی وجہ ہے کہ چالیس سال سے جماعت کے اتنے بڑے جلسے ہو رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ جلسہ کے موقعہ پہ کوئی بچہ گم ہو گیا ہو۔ خدا تعالیٰ کرے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہو۔ پس ان کاموں کے لئے بعض آدمیوں کو لگانا پڑتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر یہ لوگ پھرتے ہیں۔ تو اپنی ڈیوٹیوں کی وجہ سے پھرتے ہیں۔ انہیں ان کی نقل کر کے جلسہ گاہ سے نہیں اُٹھنا چاہیئے۔ یہ لوگ جاگتے ہیں اسلئے کہ تم سوؤ۔ یہ لوگ چوکس رہتے ہیں اسلئے کہ تمہارے بچے گم نہ ہوں۔ اگر انہیں دیکھ کر تم ان کی نقل کرنے لگ جاتے ہو تو یہ ایک بُرا بدلہ ہے۔ جو تم ان کی خدمت کا دیتے ہو۔

پس باہر والے لوگ اگر جلسہ گاہ میں بیٹھ سکتے ہیں اور تقاریر سُن سکتے ہیں تو وہ جلسہ سالانہ پر آئیں ورنہ نہ آئیں۔ اگر احمدی دوست جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بعض عزیز جماعت لوگ ساتھ لاتے ہیں تو وہ پہلے یہ دیکھ لیں کہ آیا وہ ان چند دنوں کیلئے ان پر کنٹرول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان پر کنٹرول کر لیں گے تو انہیں ساتھ لائیں۔ اگر وہ پہلے سے بیمار ہیں لیکن شوق کی وجہ سے جلسہ سالانہ پر آ جاتے ہیں یا یہاں آ کر بیمار ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی بیٹھکوں اور ڈیروں میں لیٹ کر آرام کریں۔ بیمار ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جا کر علاج کرائیں وہ بازاروں میں نہ پھریں، دوکانوں پر نہ بیٹھیں کیونکہ وہ خود تو معذور ہیں لیکن دوسرے لوگ دیکھ کر ان کی نقل کریں گے پس میں باہر سے آنے والوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس سال اس ارادہ کے ساتھ یہاں آئیں کہ وہ تقاریر پورے انہماک کے ساتھ سنیں گے اور جلسہ کے دوران میں ادھر اُدھر بازاروں میں نہ پھریں گے۔ تا جماعت کے دوستوں کو جلسہ کے موقعہ پر تقاریر سننے کی عادت پڑ جائے اور ہمارا جلسہ جو کچھ عرصہ سے میلوں کا سا رنگ پکڑ رہا ہے پھر سے جلسے کا رنگ اختیار کر لے۔ ہمارا جلسہ اپنے ساتھ بہت سی روحانی برکات رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں یونہی بیٹھ رہتا ہے۔ عبادت نہیں کرتا تو کیا تم اس کے اس فعل کو عبادت کہو گے۔ اسطرح جو لوگ جلسہ پر مرکز میں آتے ہیں اگر وہ یہاں آ کر جلسہ کی تقاریر سے پوری طرح مستفید نہیں ہوتے تو ان کا یہاں آنا بھی کسی برکت کا موجب نہیں ہوگا" (روزنامہ "الفضل" لاہور مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۵۲ء)

انصار اللہ کے دسویں سالانہ اجتماع کے نام

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا بصیرت افروز پیغام

تمہارا نام "انصار اللہ" ہے تم نے ہمیشہ اس نام کی عزّت کا خیال رکھنا ہے

خدا تعالیٰ تمہیں حقیقی معنوں میں "انصار اللہ" بنائے

امسال بھی انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہوا کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالِ گزشتہ کی طرح اسے اپنے ایک بصیرت افروز پیغام سے نوازا۔ چنانچہ مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۶۴ء ۳ر بجے سہ پہر حضور ایدہ اللہ کی زیرِ ہدایت محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے اجتماع کا افتتاح حضور کے اس تازہ پیغام سے فرمایا۔ حضور کے پیغام کا متن ذیل میں ھدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا:-

"تمہارا نام انصار اللہ ہے۔ تم نے اپنے اس نام کی عزّت کا خیال رکھنا ہے۔ خدا تعالیٰ تمہیں حقیقی معنوں میں انصار اللہ بنائے۔ آمین!"

انصار اللہ کے فرائض منصبی

(محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء کو "انصار اللہ" کے دسویں سالانہ اجتماع کا افتتاح محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے فرمایا۔ اس موقع پر آپ نے اجتماع انصار اللہ کے نام حضور ایدہ اللہ کا ایک رُوح پرور تازہ پیغام پڑھ کر سنانے کے علاوہ خود جو افتتاحی خطاب فرمایا اس کا مکمل متن افادۂ عام کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس نے ہم سب کو پھر ایک دفعہ اس مبارک اجتماع میں آپس میں مل کر بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا۔ اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے سے یہ فائدہ مدنظر ہے کہ وہ بھائی جن کے پاس زیادہ نور ہے وہ نور اُن میں جو نسبتاً کمزور ہیں۔ سرایت کر کے انہیں قوت دے گا اور اس طرح وہ ایک دوسرے کے اُن پاکیزہ خیالات و افکار سے متاثر ہوں گے جو ان کے دماغوں میں موجزن ہیں۔ نیز وہ اُن روح پرور علمی تقریروں سے مستفیض ہوں گے جو اس اجتماع میں کی جائیں گی۔

قومی اجتماعات کی اہمیت

اسلام نے ایسے قومی اجتماعات کو بڑی اہمیت دی ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ وحدتِ جمہوری قائم کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تمام دُنیا کی طرف مبعوث فرما کر یہی ارادہ فرمایا ہے کہ تمام انسانوں کو نفسِ واحد کی طرح بنا دے اور اس کا نام وحدتِ جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب سے بھی یہی منشاء معلوم ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگے میں سب پروئے جائیں۔ باجماعت نمازوں کا حکم بھی اسی غرض کے لئے ہے کہ تا کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جائے حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ کہ اوّل یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلّہ کی مسجد میں ادا کریں۔ تا کہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں متعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔

تعارف بہت عمدہ شے ہے کیونکہ اس سے اُنس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے حتّٰی کہ تعارف والا دُشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے۔

پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے۔ اسلئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ایک ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔

پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو۔ پھر اسی طرح تمام دُنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ آپس میں الفت اور اُنس ترقی پکڑے"۔ (ملفوظات جلد ہفتم ص۱۳۰)

اور ہمارے آج کے سالانہ اجتماع کے بھی یہی مقاصد ہیں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ دوست جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس اجتماع میں شمولیت کی توفیق بخشی اللہ تعالیٰ انہیں اس اجتماع کی برکات سے پوری طرح نوازے اور ان کا سفر و حضر میں اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کا حافظ و ناصر ہو آمین۔

اصلاح نفس اور تبلیغ ہدائیت

برادرانِ کرام! آپ انصاراللہ کے گروہ میں شامل ہیں اور انصاراللہ کی تنظیم میں وہی شامل ہوتا ہے جو اپنی عزیز عمر کے چالیس سال گذار چکا ہو۔ اور اس وقت انسان کی عقل میں پختگی آجاتی ہے۔ ظاہری قویٰ کی نشوونما ختم ہو کر انمیں ضعف اور کمزوری سرایت کرنے لگ جاتی ہے۔ مگر اس وقت اسکی ذمہ داری اپنے نفس کی اصلاح تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس کی اولاد اور اس سے چھوٹی عمر والوں کی ذمہ داری بھی ایک حد تک اس پر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اُسے اپنے لئے قابل عزت و احترام سمجھکر اس کے اعمال کو دیکھتے اور اسکی نقل کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں سے متعلق یہ ذکر کر کے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے متعلق انصاراللہ ہونے کا دعویٰ کیا فرماتا ہے۔ " فآمنت طائفة من بنی اسرائیل وکفرت طائفة فايدنا الذين آمنوا على عدوهم فاصبحوا ظاهرين "۔ کہ ان کی نیکی اور تقویٰ اور انکی تبلیغی جدوجہد اور ان کی قربانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل کا ایک بڑا گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کیا۔ لیکن جب انہوں نے حتی المقدور تبلیغی مساعی میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تو ہم نے ان کی مساعی کے نتائج کو بابرکت بنا دیا۔ حتیٰ کہ ایمان لانے والا گروہ دوسرے مخالف گروہ پر

غالب آ گیا۔

پس انصار اللہ ہونے کی حیثیت میں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے تئیں فسق و فجور اور ہر قسم کی ناپاکی سے بچا کر اور تزکیۂ نفس کر کے ایک طرف تو ہم اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل کریں اور دوسری طرف اس آسمانی صداقت کو جسے قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائی دوسروں تک پہنچائیں اگر یہ دونو باتیں ہم اس عمر میں نہیں کریں گے تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ:-

"انصار اللہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصّہ میں سے گذر رہے ہیں۔ اور یہ آخری حصہ وہ ہوتا ہے جب انسان دُنیا کو چھوڑ کر اگلے جہان کی فکر میں ہوتا ہے۔ اور جب کوئی انسان اگلے جہان جا رہا ہو تو اُس وقت اُسے اپنے حساب کی صفائی کا بہت زیادہ خیال ہوتا ہے۔ اور وہ ڈرتا ہے کہ کہیں وہ ایسی حالت میں دُنیا سے کوچ نہ کر جائے کہ اس کا حساب گندہ ہو، اس کے اعمال خراب ہوں اور اس کے پاس وہ زادِ راہ نہ ہو جو اگلے جہان میں کام آنے والا ہے۔ جب احمدیت کی غرض یہی ہے کہ بندے اور خدا کا تعلق درست ہو جائے تو ایسی عمر میں اور عمر کے ایسے حصہ میں اس کا جس قدر احساس ایک مومن کو ہونا چاہیئے وہ کسی شخص سے مخفی نہیں ہو سکتا..... (انصار اللہ) اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے وہ اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دُنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اوّلین مقصد قرار نہ دیں گے اور وہ اگر اس حقیقت سے اغماض کریں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصار اللہ کی عمر کے بعد اَور کون سی عمر ہے جس میں وہ یہ کام کریں گے۔"

(الفضل ۱۷ر نومبر ۱۹۴۳ء)

اے انصار اللہ! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک الٰہی جماعت بنا دے۔ اور تم تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ تم اپنے اخلاق اور عادات میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کرو جو دوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے :-

"چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو۔ اور تمہاری پیشانیوں میں اثرِ سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اور نماز کے پابند ہو جاؤ۔ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ۔ ولا تموتنّ الّا وانتم مسلمون"۔ (ازالہ اوہام)

خلق اللہ کی ہمدردی اور ترک ایذاء بنی نوع

دوسری بات جو میں کہنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ احمدیہ کے اُن اصولوں میں سے جو سلسلہ کے لئے امتیازی نشان قرار دیئے ہیں ۔ ایک اصل انسانی ہمدردی اور ترک ایذاء بنی نوع ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :۔

" عام خلق اللہ کی ہمدردی کرو اور اپنے نفسانی جوشوں سے کسی کو مسلمان ہو یا غیر مسلمان تکلیف مت دو نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے "۔

یقین کرو کہ سب سے بڑی ہمدردی خلق راہ حق کی طرف ہدایت دینا ہے ۔ اور روگردان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے روشناس کرانا ہے ۔ اور اس کے بعد اپنے بھائیوں کا ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا اور آپس میں کمال محبت و اخوّت سے رہنا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو ۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں ۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو وہ نمونہ دکھاؤ جو کہ غیروں کے لئے کرامت ہو ۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے ۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ۔"

اور فرماتے ہیں :۔

" اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایک ہو جاؤ ۔ جیسے کہ ایک پیٹ سے دو بھائی ۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں "۔ (کشتی نوح)

اور فرماتے ہیں :۔

" ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کریں لیکن اگر وہ دُعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں ۔ کونسا ایسا عیب ہے جو کہ دور نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے "۔ (ملفوظات جلد ۷ ص ۲۸)

آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے کہ جب ہمیں کسی جماعت کے دوستوں میں اختلاف اور جھگڑے کی خبر پہنچتی ہے تو ہمیں کس قدر دکھ ہوتا ہے ۔ بعض ایسے ہیں کہ سالہا سال تک ایک دوسرے سے بولنے کے بھی روا دار نہیں ہوتے ۔ اور کینہ اور بغض

سے اپنے سینوں اور دلوں کو صاف کرنا نہیں چاہتے ۔ میں انصاراللہ بھائیوں سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اپنے اپنے مقامات پہ پہنچ کر اس کمزوری کو دُور کرنے کی کوشش کریں اور دو دو تین تین افراد کی مصالحت کمیٹیاں مقرر کر کے تمام ایسے بھائیوں میں جو ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں صلح کرائیں تا سب کے سب احمدی اللہ تعالیٰ کے بندے ہو کر بھائی بھائی بنکر رہیں ۔

پھر خلق اللہ کی ہمدردی سے مراد یہی نہیں کہ ہماری ہمدردی صرف اپنی جماعت کے افراد یا صرف نوع انسان تک محدود رہے ۔ بلکہ ہماری ہمدردی ساری مخلوق سے ہونی چاہیئے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اُسے چھوڑ دے اور اس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے ۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے جب تک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروت سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے ۔ اور اسمیں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے ۔ جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے ؎

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند

یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے میں آجکل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہتا ۔ کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو نہیں میں سمجھتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو ۔ خواہ وہ کوئی ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور ۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں "۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۸۲)

پس ہمدردی کرو مگر تمام مخلوق سے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور اسکی ربوبیت سے نوع انسان اور غیر انسان میں سے کوئی بھی محروم نہیں ۔ اور وہ ادنیٰ سے ادنیٰ جانور کو بھی اپنی مربیانہ سیرت سے بے بہرہ نہیں رکھتا ۔ اسی طرح اس کے حقیقی پرستار کا یہ فرض ہے ۔ کہ وہ آپ بھی اس صفت اور سیرت اپنے اندر حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق اسکی ہمدردی سے محروم نہ رہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ بتاتا ہے کہ آپ دوسروں کی ہمدردی کے لئے بے تاب رہتے اور خصوصاً غرباء اور ضرورتمندوں سے ضرور ہمدردی اور شفقت کا اظہار فرماتے ۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں ۔

" غریبوں کی خاطر خدا تعالیٰ نے سفارش کی ہے اور فرمایا ہے ۔ ولا تصعر لخلق الله ولا تسئم من الناس یہ صرف غریبوں کے حق میں ہے ۔ کہ جن کے کپڑے میلے ہوتے ہیں اور ان کو چنداں علم نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کا فضل ہی ان کی دستگیری کرتا ہے ۔ کیونکہ امیر لوگ تو عام مجلسوں میں خود ہی پوچھے جاتے ہیں ۔ اور ہر ایک ۔ ان سے با اخلاق پیش آتا ہے ۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے غریبوں کی سفارش

کی ہے جو بے چارے گمنام زندگی بسر کرتے ہیں "۔ (صفحہ ۹۱ ملفوظات جلد ۷)

اسی طرح ایک بڑھیا غریب عورت کے ساتھ حضور کی ہمدردی اور شفقت کا واقعہ ملاحظہ ہو حضور فرماتے ہیں "ایک مرتبہ میں باہر سیر کیلئے جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی ۷۰ یا ۷۵ برس کی ضعیفہ ملی اس نے ایک خط اُسے پڑھنے کے لئے دیا مگر اسنے جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اُسے لے کر ٹھہر گیا۔ اور اسکو پڑھکر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا مگر ثواب سے بھی محروم رہا"۔ (ملفوظات صفحہ ۱۰۲ جلد ۷)

جماعت احمدیہ کا مقام اور اس کا اصل کام

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالے نے اپنے ہاتھ سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور اس کے حق میں کُنتم خیر امّۃ اخرجت للنّاس و فخر المؤمنین کا سرٹیفکیٹ عطا کر کے تمام دینی سلسلوں اور جماعتوں پر اسے فضیلت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دوسری قوموں اور دوسرے اہل مذاہب کو یہ چیلنج کیا۔ انبئونی من مثل ھؤلاء ان کنتم صادقین کہ اگر تم سچے ہو تو اس جماعت جیسی کوئی اور جماعت تو پیش کرو جو اعمال صالحہ اور دنیا میں نیکی قائم کرنے میں اس کی مثیل ہو اور مؤیّدیت تائیدات الٰہیہ ہونے میں اسکی نظیر ہو۔ گویا اس وقت اور کوئی ایسی مذہبی جماعت روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ اور اس امر سے جماعت کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے یہ تو ظاہر ہے کہ ہماری جماعت میں جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ایک خاص مقصد یعنی اشاعت دین قویم اور اقامت شریعت اسلامیہ کے لئے چنا ہے یہ کام سرانجام دینے کے لئے استعداد موجود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے۔ کہ وہ جماعتوں سے ان کے اعمال کے مطابق معاملہ کیا کرتا ہے۔ دیکھو بنی اسرائیل جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اخترناھم علی علم علی العالمین کہ ہم نے انہیں اس زمانہ کی تمام قوموں سے علم کی بنا پر منتخب کیا تھا۔ اور انہیں ان پر فضیلت عطا کی تھی۔ لیکن فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم لیکن جب ان کی رُوحانی حالت بگڑ گئی اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انمیں کجی آگئی اور راہ مستقیم سے دور ہو گئے اور سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کر لیا۔ ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کے مصداق ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا وہ یہاں تک گرے کہ انسانیت سے بھی گر گئے اور ان کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا۔ پس یہ عبرت کا مقام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے چاہا ہے۔ کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھاوے وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا ہو جاوے۔ ان میں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا۔ وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو (کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جاوے) پورا کر دے گا وہ یقیناً ان کے سامنے تباہ ہو جائے گا۔" (ملفوظات صـ۱۸۸ جلد ۷)

تقویٰ اللہ اختیار کرنے کی اہمیت

پس ہلاکت اور تباہی سے بچنے کے لئے تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اور اس جماعت کے قیام کی غرض بھی یہی ہے کہ زبان کان آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جائے .... تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بے جا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ "حقیقی متقی" جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"وہ شخص ہے کہ جس کی خواہ آبرو جائے ہزار ذلت آتی ہو۔ جان جانے کا خطرہ ہو۔ فقر و فاقہ کی نوبت آئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ہرگز نہ چھپاوے" (ملفوظات جلد ۷ صـ۴۷)

دنیا آج یہ خیال کرتی ہے کہ کذب اور جھوٹ بولنے اور دھوکہ اور فریب دہی کے بغیر گذارہ نہیں۔ یہاں تک کہ وہ علماء جو اپنے آپ کو وارث رسول کہتے ہیں وہ یہ فتویٰ دے چکے ہیں۔ کہ اگر اپنا حق لینے کے لئے توریہ سے کام نہ چلے تو صریح جھوٹ بولے اور لکھتے ہیں کہ انسان کی عملی زندگی میں ایسے اوقات بھی آجاتے ہیں جس وقت نہ صرف جھوٹ بولنا جائز بلکہ بعض حالات میں ناگزیر ہوتا ہے۔

لیکن اے انصار اللہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اسلئے کھڑا کیا ہے کہ تا تم صدق اور راستبازی کو جو تمام انبیاء کا شعار رہا اور ان کی جماعتوں کا طرۂ امتیاز تھا دنیا میں "قولاً" اور "عملاً" قائم کرو۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"خوب یاد رکھو کہ اگر تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور اس نیکی سے جسے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کثیر حصہ نہ لو گے تو اللہ تعالیٰ سب سے اول تم ہی کو ہلاک کرے گا۔ کیونکہ تم نے ایک سچائی کو مانا ہے اور پھر عملی طور سے اس کے منکر ہوتے ہو۔ اس بات پر ہرگز مغرور مت ہو کہ بیعت کر لی ہے۔ جب تک پورا تقویٰ اختیار نہ کرو گے ہرگز نہ بچو گے"۔ (صـ۲۴۹ ملفوظات جلد ۷)

پس تقویٰ اختیار کرو اور خدا سے مدد چاہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں اور آپ کے قلم اور زبان سے نکلے ہوئے کلماتِ طیبہ اور ملفوظات مبارکہ کا جہاں تک ممکن ہو بکثرت مطالعہ کرو کہ وہ ہدایت اور نور سے پُر ہیں۔ اور زندگی کے ہر پہلو کی اصلاح کا ان میں سامان موجود ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب و ملفوظات کا بالاستیعاب مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے جب سے کہ اپنے مقدس انبیاء اور مرسلین کے ذریعہ نوعِ انسانی کی ہدایت کا سلسلہ شروع کیا صرف دو ہی مبارک وجود ایسے ہیں جنہیں دُنیا کی تمام اقوام اور تمام مذاہب اور تمام انسانوں کے لئے مبعوث فرمایا یعنی سیّدنا و مولیٰنا خاتم الانبیاء سیّد المرسل والاصفیاء حضرت محمد مصطفیٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خادم و غلام حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور ان دونوں کی وحی اور ان کے ملفوظات اللہ تعالیٰ نے اسلئے محفوظ کر دیئے تا قیامت تک آنیوالے لوگ ان سے ہدایت اور نور حاصل کرتے رہیں۔ پس میں انصار اللہ سے یہ اپیل کروں گا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور ملفوظات ہمیشہ اپنے زیر مطالعہ رکھیں بلکہ مساجد اور گھروں میں ان کے درس جاری کریں۔ تا وہ اور ان کی اولادیں اور جماعت کے دیگر افراد اس نور اور ہدایت سے مستفید ہوں جو ان میں ودیعت کی گئی ہے۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ جماعت کے دوستوں نے ابھی تک اس امر کی طرف کما حقہٗ توجہ نہیں دی۔ اور میں یہ اپنے علم کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظاتِ طیبّہ جو پہلی دفعہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ کی صورت میں شائع کر رہی ہے۔ اور سات جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ ان کی طرف جماعت نے وہ توجہ نہیں دی جو انہیں دینی چاہیئے تھی۔ یہ ملفوظات خدا تعالیٰ کے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ کلمات مبارکہ ہیں جو آپ نے بذاتِ خود اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہے تا وہ اپنی اصلاح کر سکیں اور مدارج روحانیہ حاصل کر کے اس غرض کو پورا کر سکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ پس دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس بیش بہا روحانی دولت کے خزانہ کو حاصل کریں جس کے حصول پر ان کی دُنیا اور آخرت کی سعادت موقوف ہے۔

آخری نصیحت

میری آخری نصیحت یہ ہے کہ ہر حال میں عسر ہو یا یسر تنگی ہو یا آسانی۔ اپنے خالق و رازق خدا سے مدد چاہتے رہو اور دُعا کرتے رہو۔ دُعا کی مثال جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ایک چشمہ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو

سیراب کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دُعا ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا" (صفحہ ۵۹ جلد ۷ ملفوظات)

"یقیناً سمجھو کہ دُعا بڑی دولت ہے جو شخص دُعا کو نہیں چھوڑتا اس کے دین دنیا پر آفت نہ آئے گی وہ ایک ایسے قلعے میں محفوظ ہے جس کے ارد گرد مسلّح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں.... یہ میری نصیحت ہے۔ جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں"۔ (ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۹۳)

اور ایک نصیحت کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو بار بار کرتے رہتے۔ ہمیشہ یاد رکھو جو یہ ہے:۔

"کوئی جوانی پہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے۔ اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے۔ اسی طرح اَور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقعہ ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ بڑا ہی بدقسمت ہے وہ جو اس موقع کو کھو دے۔

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کچھ چیز نہیں۔ عمل کرنے کی کوشش کرو۔ اور اس راہ پہ چلو جو میں نے پیش کی ہے۔ عبد اللطیف رضؓ کے نمونہ کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ اس سے کس طرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے پیش کیا ہے۔

ہمیشہ ملتے رہو یہ دنیا چند روزہ ہے۔ ایک دن آتا ہے کہ نہ ہم ہوں گے نہ تم اور نہ کوئی اَور۔ یہ سب جنگل ویرانہ ہو گا۔

آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے۔ تو گویا آنیوالی نسلوں کو تباہ کرو گے۔ انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے۔ ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیئو، یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو، یا ایک چور کہے کہ چوری نہ کرو تو ان کی نصیحتوں سے دوسرے کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۱۶۴)

"پس خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے۔ تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اترے گی اور روح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا...... یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اسکو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے۔ اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے۔ اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کو چھوڑتا ہے۔ کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے۔ کہ واقعی اس کا وفادار کون ہے اور کون غدار اور دنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے۔ تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق کر کے دکھلائے گا!"

ہمارے کام کا انسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہمارے کام کا وہ انسان ہو سکتا ہے جبکہ ایک مدت اور نہیں تو کم از کم ایک سال ہماری مجلس میں رہے اور تمام ضروری امور کو سمجھ لیوے اور ہم اطمینان پا جاویں کہ تہذیب نفس اسے حاصل ہو گئی ہے تب وہ بطور سفیر وغیرہ کے یورپ وغیرہ ممالک میں جا سکتا ہے۔ مگر تہذیبِ نفس مشکل مرحلہ ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا آسان مگر یہ مشکل۔ دینی تعلیم کے لئے بہت علوم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ طہارتِ قلب اور شے ہے۔ خدا ایک نور جب دل میں پیدا کر دیتا ہے تو اس سے علوم خود حاصل ہوتے جاتے ہیں"

(البدر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۳ء)

"خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا"

(المسیح الموعودؑ)

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کی خدمت کے لیے بے پناہ جوش سے سرشار تھے اور حضورؑ کے دل میں یہ شدید تڑپ تھی کہ آپؑ خدا تعالیٰ ہی کے ہو جائیں اسی کیلئے سب کچھ قربان کر دیں اور اسی میں کھوئے جائیں کیونکہ

"جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔" (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۱ء)

اور کیونکہ

"سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دیں تاکہ وہ حیاتِ طیبہ کے وارث ہوں"۔ (الحکم ۱۶ اگست ۱۹۰۱ء)

چنانچہ جہاں حضور علیہ السلام نے خود اپنی ساری طاقتیں اور ساری قوتیں مادام الحیات اسی مقصد کے لئے وقف کر دیں۔ اور اس طرح خدا میں کھوئے جا کر ایک نئی زندگی پالی وہاں حضورؑ کی یہ زبردست خواہش بھی تھی کہ آپؑ کو ماننے والے اور آپ کی اتباع کا دعویٰ کرنے والے بھی اسی رنگ میں رنگین ہو جائیں اور خدا کے لئے سب کچھ قربان کر دیں حضورؑ کی اتباع میں اسکی راہ میں اپنے اوپر فنا وارد کر لیں اور نئی زندگی پا جائیں چنانچہ انہیں وقف کی پرزور تحریک فرماتے ہوئے حضورؑ نے فرمایا:۔

"پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر مجھے کہہ دیا جائے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیّت کروں اور یہ بات پہنچا دوں آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سنے کہ

اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ

اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے
کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرلے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت
میری قربانیاں میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح
اس کی رُوح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ جب تک انسان خدا میں
کھویا نہیں جاتا خُدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا پس تم
جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں
اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو
میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور خُدا کے لئے زندگی وقف
کرنے کو عزیز رکھتے ہیں" (الحکم ۳۱ر اگست ۱۹۰۰ئ)

ان ارشاداتِ عالیہ میں حضور علیہ السلام نے نہایت دردبھرے انداز اور پُر زور الفاظ میں وصیّت اور تاکید فرمائی ہے کہ جماعت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے یہاں تک کہ اسکی زندگی اور اسکی موت غرضیکہ اس کا سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے ہو جائے پھر آپؑ نے محاسبہ کی تحریک فرماتے ہوئے تاکیداً فرمایا کہ افراد جماعت اس امر کا جائزہ لیتے رہیں کہ ان میں سے کتنے ہیں جو حضورؑ کے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے لئے زندگی وقف کر دینے سے یہ مطلب نہیں کہ انسان راہب بن جائے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں جابسے اور دُنیا اور اس کے کاروبار سے کوئی واسطہ نہ رکھے بلکہ خدا کے لئے زندگی وقف کر دینے سے غرض یہ ہے کہ دُنیا مقصود بالذات نہ ہو اصل غرض دین کا حصول ہو دُنیا کا حصول اس کے لئے محض ایک وسیلہ ہو زندگی کا اصل مقصد نہ ہو جیسے کسی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے سواری ایک وسیلہ ہوتی ہے اصل مقصود نہیں ہوتی چنانچہ وقف کا مفہوم بیان فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"کوئی یہ نہ سمجھ لیوے کہ انسان دُنیا سے کوئی غرض اور واسطہ ہی نہ رکھے میرا یہ مطلب نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ دُنیا کے حصول سے منع کرتا ہے بلکہ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے یہ بزدلوں کا کام ہے مومن کے تعلقات جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے اور دُنیا اور اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دُنیا مقصود بالذّات نہ ہو۔ بلکہ حصول دنیا سے اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دُنیا کو حاصل کیا جائے کہ وہ دین کی خادم ہو......

اللہ تعالیٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اس میں بھی دُنیا کو مقدّم کیا ہے لیکن کس دُنیا کو؟ حَسَنَۃَ الدُّنْیَا کو جو آخرت میں حَسَنَات کا موجب ہو جائے" (الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۱ء)

اور مزید تشریح فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"خود اللہ تعالیٰ اس للّٰہی وقف کی طرف ایما کر کے فرماتا ہے۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اس جگہ اسلم وجھہ للّٰہ کے معنی یہی ہیں کہ ایک نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانۂ الوہیت پر گرے اور اپنی جان، مال آبرو غرض جو کچھ اس کے پاس ہے خدا ہی کے لئے وقف کرے اور دُنیا اور اسکی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے" منہ

خدا کی خاطر زندگی وقف کرنے والے کبھی گھاٹے اور نقصان میں نہیں رہتے بلکہ خدا تعالیٰ ان کا خود کفیل ہو جاتا ہے ان کے سب کام خود بنا دیتا ہے۔ اور انہیں ہر قسم کے ہم و غم سے نجات دے دیتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یاد رکھو یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی۔ جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اس للّٰہی وقف کا اجر ان کا رب دینے والا ہے یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے" (الحکم ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء)

اور پھر فرمایا:۔

"یہ مت سمجھو کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے یا تمہارے بہت سے دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا اور اس پر کبھی بُرے دن نہیں آسکتے۔ خدا جس کا دوست اور مددگار ہو اگر تمام دُنیا اسکی دُشمن ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں" (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء)

اور اُن لوگوں پر جو ان باتوں کے باوجود اپنی زندگی خدا کے لئے وقف نہیں کرتے تعجب کا اظہار

فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔

" مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف نہیں کر دیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی ہیں "۔　　(الحکم ۳۱ر اگست ۱۹۰۰ء)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو حضور علیہ السلام کے تتبّع اور حضورؑ کے ارشادات کی تعمیل میں اسلام کے لئے زندگی وقف کرنے کی توفیق دے اس طرح کہ ہم میں سے ہر شخص بصمیم قلب یہ کہہ سکے کہ اِنَّ صَلوٰتِی وَ نُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔　　(آمین یا رب العالمین)

خوفِ الٰہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" انسان کو ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ کھُلی اور چھُپی ہوئی بدکاریاں آخر انسان پر وہ گھڑی لے آتی ہیں جس کا اُسے آسائش کے ایّام میں وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہر وقت دِل پر رہے اور اس کی عظمت و جبروت سے ڈرتا رہے اور اعمالِ صالحہ کی کوشش کرتا رہے اور پھر دُعا کے ساتھ اس کی توفیق مانگے "۔

(الحکم ۱۰ر مارچ ۱۹۰۴ء)

حضرت میر محمدؐ اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

(مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ مقیم حیدر آباد)

حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ حضرت میر ناصر نواب صاحب کے چھوٹے صاحبزادہ تھے۔ اور ۱۸۹۰ئہ میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے بعد جلد ہی حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ اس طرح حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہنے لگے۔ اور حضور کی پاک صحبت تربیت اور روحانی توجہ سے فیض یاب ہوئے۔ چنانچہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"میری پیدائش ۷ر دسمبر ۱۸۹۰ئہ کو بمقام لدھیانہ ہوئی جہاں حضرت والد صاحب مرحوم سرکاری ملازم تھے۔ غالباً ۱۸۹۴ئہ کے بعد سے مستقل سکونت قادیان میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قیام آپ کے دار میں تھا۔ بچپن سے ۱۸ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعودؑ کے روز و شب کے حالات مشاہدہ میں آئے اور اب تک قریباً اُسی طرح ذہن میں محفوظ ہیں۔ گورداسپور، بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ اور دہلی کے سفروں میں ہمرکاب ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آخری بیماری کی ابتداء سے وصال تک حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے پاس رہا۔ حضورؑ نے متعدد مرتبہ مجھ سے لوگوں کو خطوط کے جوابات لکھوائے۔ حقیقۃ الوحی کا مسودہ مختلف جگہوں سے فرماتے گئے اور میں لکھتا گیا۔ روزانہ سیر میں آپ کے ساتھ جانا اور جانے کے اہتمام مثلاً قضاء حاجت و وضو کا انصرام اور ہاتھ میں رکھنے کی چھڑی تلاش کر کے دینے سے سینکڑوں دفعہ مشرف ہوا۔ آپ کی کتابوں میں بیسیوں جگہ میرا ذکر ہے۔ آپ کے بہت سے نشانوں کا عینی گواہ ہوں۔ جن دنوں حضورؑ باہر مہمانوں میں کھانا کھایا کرتے تھے دونوں وقت میں بھی شریک ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے ہم عربی میں اسقنی الماء کہہ کر پانی مانگا کرتے تھے۔ بچپن میں بیسیوں دفعہ ایسا ہوا کہ حضورؑ نے مغرب و عشاء (کی نمازیں) اندر عورتوں کو جماعت سے پڑھائیں میں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا۔ عورتیں پیچھے کھڑی ہوتیں۔ غالباً میں پیدائشی احمدی ہوں۔ نہایت چھوٹی عمر سے اب تک حضورؑ کے دعاوی پر ایمان ہے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب رضؓ

کو دل سے صدیق اکبر اور سچا خلیفہ تسلیم کیا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ سے بچپن سے نہایت بے تکلفی اور محبّت و پیار کا تعلق تھا۔ ان کی وفات پر سچے دل سے صاحبزادہ محمود احمد صاحب کو خلیفہ ثانی سمجھا اور سمجھتا ہوں۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ مولوی عبد الکریم صاحبؓ، حافظ روشن علی صاحبؓ، مولوی سرور شاہ صاحبؓ، مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور حضرت خلیفہ اول رضؓ سے عربی علوم کے پڑھنے کی کوشش کی۔ ۱۹۱۰ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۳ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملازمت میں داخل ہوا۔ جامعہ احمدیہ کے قیام سے قبل مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھا۔ اب جامعہ احمدیہ میں پڑھاتا ہوں۔ اس ملازمت کے علاوہ بعض اَور کام بھی خلافت ثانیہ میں سلسلہ کے سرانجام دینے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وجود سے جو شرف حاصل ہوئے وہ اس لئے لکھے ہیں کہ ابتدا اچھی ہے۔ پڑھنے والے دعا کریں کہ انتہا بھی ایسی اچھی ہو کہ

"عروسی بود نوبت ماتمت ❊ اگر بر نکوئی بود خاتمت"

(منقول از رسالہ جامعہ احمدیہ قادیان دسمبر ۱۹۳۰ء)

حضرت میر صاحبؓ ہمارے استاد تھے اور بڑے شفیق استاد تھے۔ آپ پُر وقار اور پُر رعب شخصیت کے مالک تھے۔ لیکن شاگردوں کے ساتھ ہمیشہ بے تکلفی، بشاشت اور محبت سے گفتگو کرتے۔ اور مسکراہٹ آپ کے چہرہ پر کھیلتی رہتی تھی۔ طرزِ بیان نہایت پیارا اور دلکش تھا۔ مسئلہ خواہ کیسا ہی مغلق اور پیچیدہ ہو آپ ایسے آسان طریق پر بیان کرتے کہ ذہنوں میں بیٹھ جاتا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا عطا کیا تھا۔ مذاہب عالم کا بڑا وسیع مطالعہ تھا۔ احادیث پر عبور تھا۔ درسِ حدیث اس شان سے دیتے کہ سننے والوں کو وجد آ جاتا۔ خود بھی روتے اور سننے والوں کو بھی رلاتے۔

تعلیمی لحاظ سے آپ کا کارنامہ مبلغین سلسلہ کو تیار کرنا ہے۔ اِس وقت جو علماء اور مبلغین میدان جہاد میں خدمات بجالا رہے ہیں اُن میں اکثریت اُن کی ہے جنہوں نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

مہمان نوازی اور اکرام ضیف کا وصف بھی آپ میں بدرجۂ احسن پایا جاتا تھا۔ آپ کے سپرد ایک لمبا عرصہ ناظر ضیافت کا عہدہ رہا۔ جلسہ سالانہ میں مہمان نوازی کے فرائض بھی آپ کے سپرد رہے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے ان فرائض کو سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے اکرام ضیف کی وجہ سے ہر باہر سے آنے والا مہمان یوں محسوس کرتا کہ گویا میں اپنے گھر میں آ گیا ہوں۔

غرباء پروری اور یتیم نوازی آپ کا امتیازی وصف تھا۔ جماعت کے غریب، یتیم اور بے کس افراد کی پرورش، تعلیم اور ترقی کے لئے آپ رات دن کوشاں رہتے۔ بڑی محبت و الفت اور پدرانہ شفقت کا ان کے ساتھ سلوک کرتے۔

دار الشیوخ آپ کی ہی یادگار تھی۔ جس میں سینکڑوں غریب، معذور اور یتیم بچے آپ کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پاتے تھے۔ آپ بلند اخلاق کے حامل تھے۔ قول و عمل یکساں تھا۔ عالم باعمل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ محبت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح زندگی بیان کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔ آپ نہایت کامیاب مناظر تھے۔ بڑے اطمینان اور دلجمعی سے مدمقابل کے اعتراضات کا جواب دیتے۔ اور مجمع پر چھا جاتے۔

آپ معمور الاوقات تھے اور خدمت خلق۔ غرباء و یتامیٰ پروری اور علمی خدمات میں آپ مشغول رہتے۔ لیکن طبیعت پُر مذاق تھی اور آپ ایک زندہ دل انسان تھے اور تقویٰ کی باریک راہوں پر آپ کا عمل تھا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ وہ پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان بیان فرماتے ہیں :۔

"موضع کھارڑی میں گڑبڑ کے نتیجہ میں فریقین پر ایک دوسرے کے خلاف مقدمہ دائر ہو گیا۔ جس میں پندرہ سولہ احمدیوں کو ملزم گردانا گیا۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب مرحومؓ اور خاکسار بھی انہیں میں تھے۔ چنانچہ اس مقدمہ کی تاریخ کے لئے ہمیں گورداسپور اور دھاریوال جانا پڑتا تھا۔ ہم صبح کی گاڑی قادیان سے چلکر بٹالہ اتر جاتے اور پٹھانکوٹ کی گاڑی کے لئے اسٹیشن کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں آرام کرتے جو بابو محمد شریف صاحب احمدی مرحوم کے آباؤ اجداد نے بنوائی ہوئی تھی۔ اسی جگہ صبح کا ناشتہ بھی کرتے۔ ان دنوں قادیان سے یہ گاڑی منہ اندھیرے ہی روانہ ہوتی تھی۔ اس لئے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ مسجد میں حضرت میر صاحب نے جو امیر قافلہ ہوتے تھے آنے والوں کی گنتی کی تو معلوم ہوا کہ چار پانچ آدمی زیادہ آئے ہیں۔ اس پر آپ نے مجھے حکم دیا اسٹیشن سے اتنے ٹکٹ بٹالہ تا قادیان لائے جائیں۔ چنانچہ ٹکٹ آنے پر آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پھاڑ دیا اور فرمایا چونکہ یہ دوست گاڑی پر سواری کر چکے ہیں اور محکمہ ریل نے پوچھا نہیں مگر سرکار کو اس کا حق ملنا چاہیئے"۔

(الفرقان ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء صہ ۴۵)

حضرت میر صاحبؓ کی عمر نے زیادہ وفا نہ کی اور ۱۷ مارچ ۱۹۴۴ء کو چوّن سال کی عمر میں ہم کو داغِ مفارقت دے گئے۔ آپ کی وفات سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"جب حضرت میر صاحبؓ اپنے بچپن کے زمانہ میں ایک دفعہ بیمار ہوئے تھے تو حضرت مسیح موعودؑ

کے دُعا کرنے پر حضور کو ان کے متعلق قرآنی آیت کے الفاظ میں یہ الہام ہُوا تھا کہ "سلامٌ قولاً مّن رّبٍّ رّحیم" اور وہ اس خدائی بشارت کے ماتحت اُس وقت صحت یاب ہو گئے لیکن جب ان کی مقدر اجل آ گئی تو یہ عجیب توارد ہے بلکہ غیر معمولی تصرفِ الٰہی ہے کہ ان کے پہلو میں لیسین پڑھنے والے دوست جب اس آیت پر پہونچے کہ "سلامٌ قولاً مّن رّبٍّ رّحیم" تو عین اُس وقت حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے خدائی آواز پر لبیک کہا اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ گویا یہی قرآنی آیت بچپن کے زمانہ میں میر صاحبؓ کی دنیوی زندگی کی بشارت بنی اور اجلِ مقدر کے وقت اخروی زندگی کی کامیابی کی بشارت بھی یہی قرآنی آیت بنی"۔

(در سالہ الفرقان ستمبر اکتوبر ۱۹۶۱ء)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کو جو خراجِ تحسین عطا فرمایا اس کا ایک مختصر اقتباس حسب ذیل ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ، خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا فکر انہی کو رہتا تھا۔ وہ رات دن قرآن و حدیث پڑھانے میں لگے رہتے تھے۔ زندگی کے اس آخری دَور میں وہ کئی بار موت کے منہ سے بچے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ پر وہ اس طرح اندھا دھند کام کرتے تھے کہ کئی بار ان پر نمونیہ نے حملہ کیا۔ میر صاحبؓ کی وفات سلسلہ کا نقصان ہے اور اتنا بڑا نقصان ہے کہ بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ اس نقصان کا پورا کرنا آسان نہیں"

(الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء)

بالآخر ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ حضرت میر صاحبؓ کے درجات کو بلند کرے۔ آپ پر برکات نازل فرمائے۔ اور ہم سب کو آپ کے پاک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دارالامان میں داخلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"تکالیف کو برداشت کرنے پر آمادہ رہو اور ہر ابتلا اور امتحان میں پورے اُترنے کے لئے کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے اسکی توفیق اور مدد چاہو تو میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ تم صالحین میں داخل ہو کر خدا تعالیٰ جیسی عظیم الشان نعمت کو پاؤ گے اور ان تمام مشکلات پر فتح پا کر دارالامان میں داخل ہو جاؤ گے"۔

(الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء)

قبولیت دُعا کی دو ذاتی مثالیں

مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج غانا (مغربی افریقہ)

مثال اوّل

میرے پہلے تبلیغی دورۂ گولڈ کوسٹ (غانا) کے دوران ۱۹۳۹ء میں گولڈ کوسٹ کا ایک نوجوان باشندہ جو بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ مکہ مکرمہ حج کے لئے گیا تھا اور اپنی پوری جوانی تک مکہ ہی میں رہا تھا اپنے وطن گولڈ کوسٹ واپس لوٹا اور ایک گاؤں بنام صراحہ میں اس نے اقامت اختیار کی۔ اس نے واپس پہنچتے ہی پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ مہدی علیہ السلام ہرگز ظاہر نہیں ہوئے اور احمدیت (نعوذ باللہ) باطل ہے۔

جب اس غیر احمدی نوجوان کا چرچا اس علاقہ میں زیادہ ہؤا تو علاقہ کے احمدی چیف رئیس میرے پاس لوکل مرکز سالٹ پانڈ میں آئے اور بیان کیا کہ اس قسم کا ایک غیر احمدی نوجوان مکہ سے واپس آیا ہے جو ہمارے علاقہ میں احمدیت کے خلاف لوگوں کو اکسا رہا ہے اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے آپکو وہاں جا کر اس کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہیئے اور یہ کہ اگر اسکے اثر کو جلد زائل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو وہ بعض احمدیوں کی ٹھوکر کا باعث بنے گا۔ انکی گفتگو سُن کر میں نے انہیں یقین دلایا کہ میں انشاء اللہ ضرور جاؤں گا اور اس شخص سے مناظرہ کرونگا چنانچہ دوسرے دن ہی میں اس علاقہ میں گیا اور بمقام صراحہ جو کہ احمدیت کی مخالفت کا پرانا مرکز ہے پہنچا میرے پہنچنے سے پہلے ہی ارد گرد کے احمدی احباب وہاں موجود تھے میں نے ایک کثیر مجمع کے سامنے اس غیر احمدی نوجوان سے گفتگو شروع کر دی اور اسے چیلنج دیا کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے کہ مہدی علیہ السلام ظاہر نہیں ہوئے اور احمدیت نعوذ باللہ باطل ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کر لے لیکن اس نے مناظرہ کرنے سے بالکل انکار کر دیا اور وہ اور اس کے ہمنوا غیر احمدی کہنے لگے کہ مناظرہ کی بجائے آپ ظہور مہدی علیہ السلام اور انکی صداقت پر لیکچر دیں اور ہم سنتے ہیں اور لیکچر کے بعد ہم آپ پر کچھ سوالات کریں گے۔ چنانچہ خاکسار نے اڑھائی گھنٹہ تک ایک مبسوط تقریر علامات ظہور مہدی و مسیح علیہ السلام پر کی تقریر کے بعد ایک شخص نے صرف دو سوال مجھ پر کئے جن کے جوابات دیئے گئے اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ ممکن ہے وہ لوگ مزید استفسارات کریں میں اس گاؤں میں ایک رات ٹھہر گیا لیکن کسی نے کوئی بات دریافت نہ کی اور میں دوسرے دن واپس سالٹ پانڈ لوٹ آیا لیکن میری واپسی کے ایک دن بعد صراحہ گاؤں اور اس کے آس پاس کے غیر احمدی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے سفید لٹھے کا جھنڈا بنایا اور اپنے سروں اور کلائیوں پر سفید لٹھے کی پٹیاں باندھیں جسے وہاں فتح یابی کی علامت قرار دیا جاتا ہے اور مختلف دیہات میں بطور جلوس گھومے اور نعرے لگائے کہ ہم نے امیر جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ کو شکست دیدی ہے اور ساتھ ہی وہ فینٹی میں گاتے جاتے Mahdi onba asasse anwsu. یعنی "مہدی ظاہر نہیں ہؤا کیونکہ زلزلہ نہیں آیا" گویا

ان کے نزدیک مہدی کے آنے کی بڑی علامت زلزلہ کا آنا تھا اور وہ ان کے ملک میں نہیں آیا۔ مجھے جب ان کے اس رویہ کی خبر پہنچی تو میں نے چند دن نہایت ہی قلق کے ساتھ دُعا کی اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے اظہار اور تائید کے لئے اس ملک میں زلزلہ کا نشان ظاہر فرمائے۔ چند دنوں کی دُعا کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ گولڈ کوسٹ میں ضرور زلزلہ کا نشان مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھلائے گا۔

چنانچہ اس وثوق اور یقین کی بناء پر میں نے اس علاقہ کی احمدی جماعتوں کو ایک سرکلر بھیجا کہ فلاں فلاں تاریخ کو فلاں فلاں گاؤں میں اجلاس منعقد کئے جائیں گے اسلئے اردگرد کی جماعتیں وہاں پہنچ جائیں چنانچہ اُس علاقہ کے تین گاؤں یعنی افرانسی، اکوامکرم اور مدینہ ٹپیڈ یاسی جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر واقع ہیں کے متعلق اعلان کیا گیا۔ اول الذکر دو تو دیہات میں مقررہ تواریخ پر پبلک اجلاس منعقد کئے گئے جن میں احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی. مشرک اور عیسائی بھی شریک ہوئے ان اجلاسوں میں میں نے اپنے مناظرہ کے چیلنج اور تقریر کا ذکر کیا اور اصل حقیقت سے پبلک کو آگاہ کیا کہ مکہ سے واپس آنے والے نوجوان نے میری ایک بات کا بھی جواب نہ دیا اور نہ ہی اسے میری تقریر پر اعتراض کرنے کی جرأت ہوئی صرف ایک شخص نے دو سوال دریافت کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ ندامت سے اپنے سر نیچے کرتے الٹا انہوں نے جھوٹی فتح یابی کا گانے اور ناچنے سے اظہار کیا۔ نیز ہر دو دیہات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں متعلق زلازل بیان کر کے عام پبلک میں بہانگ دہل اعلان کیا کہ دُنیا کے دوسرے ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق زلازل آ چکے ہیں اور اب گولڈ کوسٹ (غانا) کی باری ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت میں ضرور جلد ہی گولڈ کوسٹ کی زمین زلزلہ سے ہلا کر آپ کے مخالفین کو ملزم کرے گا۔

اس دورہ کو جاری رکھتے ہوئے جب میں تیسرے گاؤں مدینہ ٹپیڈ یاسی بروز جمعرات پہنچا اور دُوسرے دن حسب تاریخ مقررہ اجلاس منعقد ہونا تھا تو دورہ کے تیسرے اجلاس کے منعقد ہونے سے پہلے جمعرات کی رات کو قریباً آٹھ بجے شام شدید زلزلہ آیا جس کے جھٹکے رات کو بعد میں بھی محسوس ہوتے رہے اس زلزلہ سے گولڈ کوسٹ میں کئی مکانات مسمار ہوئے اور بعض مقامات پر غیر از جماعت لوگ بوجہ خوف اپنی جانیں بچانے کے خیال سے زلزلہ کے وقت احمدیہ مساجد میں جا گھسے چنانچہ اس زلزلہ کے نشان کو دیکھ کر بعض مشرک اور عیسائی اپنے ستار بجا بجا کر Mahdi waba na asasse wawasu کا گیت گاتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ "مہدی ظاہر ہو گیا ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ زلزلہ آ گیا ہے"۔ یہ زلزلہ ماہ جولائی ۱۹۳۹ء میں آیا جو ایک طرف تو اس عاجز کی دُعا کی قبولیت کا ثبوت تھا اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان۔ اور اس کا ایک نمایاں اثر یہ ہوا کہ جب خاکسار دورہ کے بعد سالٹ پانڈ

واپس لوٹا تو ایک اشتہار مشتمل بر پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام متعلقہ زلازل عربی اور انگریزی میں فوراً شائع کیا اور ایک ماہ کے اندر ۱۸۰ نو مبائعین جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

دوسری مثال

ایک دفعہ کا واقعہ ہے یہ عاجز تن تنہا بوقت شب سالٹ پانڈ مشن ہاؤس میں اندھیری شب کی تاریکی میں تہجد کی نماز ادا کرنے کے لئے اٹھا۔ جب میں تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا تو میرے دل میں دوران تہجد رویت باری تعالیٰ کی خواہش پیدا ہوئی اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے میں نے نہایت ہی زاری سے دُعا شروع کردی۔ تضرع اور ابتہال کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح رواں تھے ایک رکعت میں جب میں نے رکوع سے سر اٹھایا اور قیام کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ پڑھا تو پنجابی میں میری زبان سے نکلا۔ " او اللہ تو کہیو جہیا ایں "۔ یعنی اے اللہ تو کیسا ہے۔ جب یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے تو رات کی تاریکی میں میرے قبلہ رخ جو بند کھڑکی تھی اس پر ٹینس بال جتنی ایک گول روشنی ظاہر ہوئی اس کے بعد وہ گولائی میں والی بال اور پھر فٹ بال کے سائز پر نمودار ہوئی۔ اور گولائی میں بڑھتی بڑھتی تمام کھڑکی پر ظاہر ہوئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ ایک قوی ہیکل انسان کی شکل میں روشنی میں کھڑکی پر ظاہر ہوا۔ لباس بہت ہی فاخرانہ اور خوبصورت تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور ہوا کے چلنے سے لباس سے ہلکی سی سُریلی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ یہ نظارہ دو تین منٹ تک جاری رہا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کو سُنتا اور قبول کرتا ہے اور اپنے کمال رحم اور شفقت اور مہربانی سے مختلف صورتوں میں بندوں پر ظاہر ہو کر اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔

صحابہؓ کی جان نثاریاں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" ہمارے ہادیِ اکملؐ کے صحابہؓ نے اپنے خدا اور رسولؐ کے لئے کیا کیا جاں نثاریاں کیں۔ جلاوطن ہوئے، ظلم اٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، جانیں دیں، لیکن صدق و وفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔ پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جاں نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا "

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

اجتماع انصار اللہ کی روحانیت سے معمور فضا

شرکت کی سعادت سے بہرہ یاب ہونیوالے احباب کے قلبی تاثرات

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اُس کے خاص فضل اور احسان کے نتیجے میں امسال بھی انصار اللہ کا سالانہ اجتماع ربوہ کی مقدس سرزمین میں ۱۳ر نومبر سے ۱۵ر نومبر ۱۹۶۴ء تک اپنی روایات کے مطابق دعاؤں ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کے رُوح پرور ماحول میں بڑی آب وتاب کے ساتھ منعقد ہُوا اور ہُوا بھی اس شان سے کہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کے خدائی وعدہ کے ماتحت سابقہ اجتماعوں پر ایک گونہ سبقت لے گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حقیقت یہ ہے کہ اجتماع کے بابرکت ایّام میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بصیرت افروز پیغام اور بیش بہا نصائح پر مشتمل محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ کے افتتاحی خطاب کے بعد اجتماع کے ہر اجلاس میں اس اجلاس کے مقررہ موضوع پر سلسلہ وار قرآن مجید کی آیات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب وملفوظات کے پُر معارف درسوں، علماء سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر اور آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے پُرمغز و پُراثر اختتامی خطاب نے وہ سماں باندھا کہ روحانی کیف وسرور لحظہ بہ لحظہ بڑھتا اور فزوں سے فزوں تر ہوتا چلا گیا اور اس طرح اجتماع میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے خوش نصیب انصار کو علم وعرفان اور تزکیۂ نفوس وتطہیرِ قلوب کی دولت سے مالامال کرنے کا موجب بنا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہر شب نمازِ تہجد میں عجز و نیاز ہر روز دعاؤں میں آہ وزاری بکثرت ذکر الٰہی اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی زبانی حضور کی سیرتِ طیبہ کے اذکارِ مقدس نے سوز و گداز اور عشق کی گرمی سے روحوں کو پگھلا کر رکھدیا، سینے دُھل کر صاف ہو گئے اور چہرے روحانی مسرت وشادمانی سے کِھل کر گُلِ تر کی طرح نکھر اُٹھے۔ الا ماشاء اللہ سبھی نے اجتماع کی روحانیت سے معمور فضا کی اثر انگیزی کو محسوس کیا اور حسبِ استعداد اس سے رُوحانی حظ اٹھایا۔ چنانچہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر بعض احباب کے تاثرات ذیل میں ہم درج کرتے ہیں جو اجتماع کی روحانیت سے معمور فضا اور اس کی اثر انگیزی پر دال ہیں۔

مبالغہ نہیں حقیقت

سب سے پہلے مکرم جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ کوئٹہ وقلات ڈویژنز و ممبر نگران بورڈ کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں۔ آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد مجلس انصار اللہ کے رکن کی حیثیت سے امسال پہلی بار اجتماع میں شمولیت

کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے تھے۔ آپ مکرم جناب قائد صاحب عمومی مجلس مرکزیہ کے نام اپنے مکتوب محررہ ۲۸ نومبر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلی چیز جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ حسنِ انتظام ہے جو شروع سے آخر تک اپنے پورے جمال کے ساتھ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ میں نمایاں طور پر نظر آیا۔ اس انتظامی قابلیت کے لئے متعلقہ عہدیداران مرکزیہ مستحق دعائے خاص و مبارک باد ہیں۔ ناشتہ اور کھانا کھانے کے وقت مہمانوں کی طرف سے اگر قدرے ترش روئی بھی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کارکن حضرات نے قرآنی ارشاد وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (سورۃ لقمان) کے مطابق بے رخی سے پرہیز کیا اور حسنِ مدارات سے پیش آئے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

اجتماع کا پروگرام مجموعی طور پر بڑا اثر انگیز اور حقیقی خشوع و خضوع پیدا کرنے والا تھا۔ ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ سے معمور ایک ایسا ماحول تھا جس کے نتیجہ میں دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں دل دنیا کی آلائشوں سے دھل کر پاک و صاف ہو جائیں اور تقویٰ کا جامہ پہن کر (وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ سورہ اعراف) طاعت و بندگی اور حقیقی عبودیت کے آداب سے آشنا ہو جائیں اور روح صیقل ہو کر اپنے خالق و مالک کے رنگ میں رنگین اور صبغۃ اللہ کی مورد بن جائے۔ اگر کوئی اسے مبالغہ سمجھے تو میں دعوت دیتا ہوں کہ بشرطِ زندگی و حسنِ نیت آئندہ اجتماع میں شامل ہونے کا ابھی سے قصد کرلے۔

پروگرام کا وہ خاص حصہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام نے "ذکر حبیب" کے موضوع پر اپنے پاکیزہ خیالات و افکار کا اظہار فرمایا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آنکھوں دیکھا حال بیان فرمایا کتنا روح پرور، نشاط انگیز اور بصیرت افروز تھا! پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقتدر صحابہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے کا روحانی لطف اپنا جواب آپ تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُن تمام اچھی باتوں پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم اس روحانی اجتماع میں سن کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥ (زمر)"

روحانی سمندر

مکرم جناب روشن الدین صاحب اوکاڑہ سے ایڈیٹر "انصار اللہ" کے نام اپنے مکتوب میں اجتماع کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس دفعہ مجلس انصار اللہ اوکاڑہ نے مجھے اور میاں فضل الدین صاحب کو اجتماع انصار اللہ میں بطور نمائندہ

بھیجا۔ اس پُر وقار اجتماع میں جو کچھ آنکھوں نے دیکھا اُس کی لذّت اور سرور سے وہ اب بھی ایک ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔ ہر مقرر کا طرزِ بیان اور لب و لہجہ ایسا تھا کہ ہر بات دل پر نقش ہوئے بغیر نہ رہتی تھی۔ درس قرآن کریم درس حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام منظوم کے وہ حصے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں پڑھے گئے وجد کی سی حالت پیدا کرنے والے تھے۔ غرض ہر طرف علم و عرفان کا دریا رواں تھا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روحانی سمندر کو تا قیامت جاری رکھے اور پیاسے ہمیشہ ہی اس سے اپنی پیاس بجھاتے رہیں۔ آمین"

انفرادی شان اور خاص کیفیت

ایک مخلص احمدی نوجوان کو جو ابھی اپنی عمر کے لحاظ سے خدام الاحمدیہ کے رکن ہیں امسال پہلی بار انصار اللہ کے اجتماع میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ ہیں ہمارے مکرم چوہدری خالد سیف اللہ خان صاحب ایگزیکٹو انجینئر الیکٹرسٹی۔ واپڈا ایتھرمل پلانٹ لائلپور۔ آپ مکرم قائد صاحب عمومی کے نام اپنے مکتوب محررہ ۳۰ر نومبر ۱۹۶۴ء میں رقمطراز ہیں:۔

"مجھے گزشتہ دنوں خدا تعالیٰ کے فضل سے انصار اللہ کے سالانہ اجتماع میں شمولیت کی توفیق ملی الحمد للہ۔ پروگرام اتنی عمدگی سے ترتیب دیا ہؤا تھا اور اتنی عمدہ علمی، تربیتی، اخلاقی اور روحانی تقاریر اور مقالے اس میں شامل کئے گئے تھے کہ بے اختیار اس کے منتظمین کرام کے لئے دعا نکلتی تھی۔ اُنہیں دنوں مجھے کچھ اور مصروفیت بھی تھی۔ میرے لئے سارا پروگرام سننا ممکن نہ تھا۔ میں نے اس خیال سے کہ کون سے حصہ کیلئے وقت نکال سکتا ہوں پروگرام کو بار بار دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کوئی فیصلہ نہ کر پایا۔ پروگرام کی کوئی ایک شق بھی ایسی نہ تھی جسے چھوڑنے کو دل چاہتا۔۔۔۔ اس اجتماع میں ہماری جماعت کے چوٹی کے بزرگوں اور علماء نے حصہ لیا اور وہ تمام وجود جن میں سے ایک ایک کو ملنا ہم باعث سعادت و برکت سمجھتے ہیں سب اس میں شریک ہوئے اور ان سے ملنے، سننے اور ان کی دعاؤں میں شریک ہونے کا موقع ملا۔

اس میں قرآن مجید اور احادیث کے درس انفرادی حیثیت کے حامل تھے۔ روزانہ ایک خاص موضوع پر یہ درس ہوئے جس سے ان کی تاثیر اور افادیت میں بہت اضافہ ہؤا۔ اس کے علاوہ خصوصیت سے ذکرِ حبیب علیہ السلام، سوال و جواب کا پروگرام، قبولیتِ دعا کی دو ذاتی مثالیں اور تقریری مقابلے بہت دلچسپ اور پُرلطف تھے۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ ہر تقریر اور ہر مقالہ اپنے اندر ایک خاص کیفیت لئے ہوئے تھا۔

اجتماع کا انتظام بھی نہایت عمدہ تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کو، آپ کو اور دیگر منتظمین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آپ سب کے خلوص اور عشق میں برکت دے۔ اور آپ کے دلوں میں جماعت کے ہر فرد کی تعلیم و تربیت کے لئے جو سوز اور درد پایا جاتا ہے اس میں آپکو کامیابی عطا فرمائے اور ہمیں بھی آپ کی طرح خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر قدم مارنے کی توفیق ملے آمین"

بچوں کا صفحہ

بچپن کی ہنسی

یہ قدرتی بات ہے کہ بچوں کو ہنسی بہت آتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر کھل کھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ اگر کسی بات پر ہنسی آجائے تو پھر ہنستے ہی چلے جاتے ہیں۔ ہنسی ہے کہ رکنے میں نہیں آتی۔ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بس لوٹ پوٹ ہوئے جاتے ہیں۔

ہنسی اپنی ذات میں بُری نہیں ہوتی۔ خاص طور پر بچوں کی ہنسی تو بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ہنس مُکھ بچے کو دیکھ کر سب خوش ہوتے ہیں۔ لیکن ہنسی موقع پر ہی اچھی لگتی ہے۔ اور وہ بھی اِس صُورت میں کہ ضرورت سے زیادہ نہ ہو۔ بے موقع ہنسنے کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ جو بچہ بے موقع ہنستا ہے وہ بے ادب کہلاتا ہے۔ بعض اوقات بچوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ موقع ہنسنے کا نہیں ہے۔ وہ بلا وجہ ہنستے چلے جاتے ہیں۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ جب بڑے ہنسنے سے منع کریں تو بچوں کو چاہیئے کہ فوراً ہنسنا بند کر دیں۔

مثال کے طور پر مسجد میں ہنسنا بہت بُری بات ہے۔ مسجد خدا کا گھر ہوتی ہے۔ اُس میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا چاہیئے نہ کہ ہنسنا۔ جو بچہ مسجد میں ہنستا ہے اور اپنی ہنسی کو نہیں روکتا وہ بے موقع ہنستا ہے اسی لئے اس کے ہنسنے پر خوش ہونے کی بجائے سب بُرا مناتے ہیں۔ اگر کسی بچے کو مسجد میں ہنسی آئے تو اُسے اپنی ہنسی کو روکنا چاہیئے۔ اور اگر ہنسی نہ رُکے تو فوراً مسجد سے باہر آ جانا چاہیئے۔

ہم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بچپن کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے کہ ابھی آپ چھوٹے بچے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ کے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگوں کو کچھ نصیحت فرما رہے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے مسجد میں آ گئے۔ وہاں اپنے کسی ساتھی بچے کی بات پر آپ کو ہنسی آئی۔ بیٹھے بیٹھے آپ نے ہنسنا شروع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فوراً آپ کو ہنسنے سے منع کیا اور فرمایا مسجد میں ہنسنا نہیں چاہیئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ اُس وقت تو عمر بچے ہی تھے۔ لیکن جونہی حضور ؑ نے منع کیا آپ نے

فوراً اپنی ہنسی کو روکا اور جب دیکھا کہ ہنسی نہیں رکتی تو جلدی سے اُٹھ کر فوراً مسجد سے باہر چلے گئے۔ (بحوالہ البدر ملفوظ ۲۴ر فروری ۱۹۰۴ء)

بچّوں کو چاہیئے کہ یہ بات پلّے باندھ لیں۔ مسجد میں کبھی نہ ہنسیں۔ ہنسی اپنے وقت پر ہی اچھی لگتی ہے۔ ہر وقت اور ہر جگہ نہیں ہنسنا چاہیئے۔

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

دیکھو! خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گم نام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اُسی نے ثُریّا بنا دیا

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اِس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہُوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہُوا

(درّثمین)

جو دنیا کو رد نہیں کر سکتا وہ ہمارے سلسلہ کی طرف نہیں آسکتا
دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر پار اترنا مشکل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''جو شخص دنیا کو رد نہیں کر سکتا وہ ہمارے سلسلہ کی طرف نہیں آسکتا۔ دیکھو حضرت ابو بکرؓ نے سب سے اول دنیا کو رد کیا اور آپ کی آخری پوشاک یہی تھی کہ کمبل پہن کر آ حاضر ہوئے۔ اسی لئے اللہ تعالی نے آپ کو سب سے اول تخت پر جگہ دی۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ آپ نے سب سے اول فقر اختیار کیا تھا۔ خدا تعالی کی ذات پاک ہے کہ کسی کا قرضہ اپنے ذمہ نہیں رکھتی، اوائل میں نقصان ضرور ہوتے ہیں، دوستوں یاروں کے تعلقات قطع کرنے پڑتے ہیں، لیکن ان سب کا بدلہ آخرکار دیتا ہے۔ ایک چوڑھے چمار کی خاطر جب ایک کام کیا جاوے اور تکلیف برداشت کی جاوے تو وہ اپنے ذمہ نہیں رکھتا تو پھر خدا کس لئے اپنے ذمہ رکھے۔ وہ آخرکار سب کچھ دے دیتا ہے۔

بارہا ہم نے سمجھایا ہے کہ جس شخص کو اور اغراض سوائے دین کے ہیں وہ ہمارے سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ دو کشتیوں میں پاؤں رکھ کر پار اترنا مشکل ہے۔ اس لئے جو ہمارے پاس آوے گا وہ مر کر آوے گا لیکن خدا اس کی قدر کرے گا اور وہ نہ مرے گا جب تک کہ دنیا میں کامیابی نہ دیکھ لے۔ جو کچھ برباد کر کے آوے گا خدا اسے سب کچھ پھر دے گا۔ لیکن ایک دنیادار قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان خود ہی غداری کرتا ہے کہ نام تو خدا کی طرف آنیکا کرتا ہے اور اس کی نظر اہل دنیا کی طرف ہوتی ہے''

(البدر ۸ نومبر ۱۹۰۳ء)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا